مجموعہ رسائل

قطب الہند غوث دکن حضرت الحافظ سیدنا

میر شجاع الدین حسین قادری چشتی نقشبندی رفاعی قدس سرہ العزیز

- رسالہ حضرات قادریہ
- رسالہ حضرات نقشبندی
- رسالہ فوائد جماعت
- رسالہ رویت
- رسالہ خواب
- رسالہ جبر و اختیار
- رسالہ سماع

زیر اہتمام

مولانا سید شاہ عبید اللہ قادری المعروف آصف پاشاہ صاحب

سجادہ نشین بارگاہ شجاعیہ عیدی بازار خطیب و متولی جامع مسجد شجاعیہ چارمینار

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام　:　مجموعہ رسالہ

موضوع　:　ذکر

مؤلف　:　حضرت الحاج حافظ وقاری میر شجاع الدین حسین قبلہؒ

بہ اہتمام　:　سید شاہ عبید اللہ قادری آصف پاشاہ
سجادہ نشین بارگاہ شجاعیہ ومتولی جامع مسجد شجاعیہ چارمینار

ناشر　:　شعبہ نشر واشاعت انجمن خادمین شجاعیہ، تلنگانہ

تعداد　:　1000

سن اشاعت　:　2022ء

ہدیہ　:　100 روپے

کمپوزنگ وطباعت　:　لمعان پرنٹرس، چھتہ بازار، حیدرآباد۔
رابطہ: 9440877806

ملنے کا پتہ　:

انجمن خادمین شجاعیہ (شعبہ نشر واشاعت)

چارمینار، حیدرآباد، فون: 66171244 40 91+

خانقاہ شجاعیہ، چارمینار

www.shujaiya.com/

www.youtube.com/user/TheShujaiya

فہرست مضامین

سلسلہ شمار	رسالہ	فارسی صفحہ	اردو صفحہ
	پیش لفظ		4
1	① رسالۂ حضرات قادریہ	5	9
2	② رسالۂ حضرات نقشبندیہ	13	17
3	③ رسالہ رویت	21	24
4	④ رسالۂ فوائد جماعت	27	29
5	⑤ رسالۂ جبر واختیار	32	36
6	⑥ رسالۂ سماع	42	47
7	⑦ رسالۂ خواب	53	55

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قطب الہند غوث دکن بانی اشاعت علوم شریعہ و طریقہ برسرزمین دکن جدی سیدنا میر شجاع الدین حسین قادریؒ نے مختلف موضوعات پر مختلف زبانوں میں بے شمار رسائل تصنیف فرمائے۔ پیش نظر کتاب انہیں میں سے چند رسائل کا مجموعہ ہے جن میں سبعہ (۷) رسائل فارسی

۱۔ رسالۂ حضرات قادریہ ۲۔ رسالۂ حضرات نقشبندیہ
۳۔ رسالہ رویت ۴۔ رسالۂ فوائد جماعت
۵۔ رسالۂ جبر واختیار ۶۔ رسالۂ سماع
۷۔ رسالۂ خواب

مع ترجمہ زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے پیش نظر ہے۔ ان رسائل میں قطب الہند نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے مثل ''سمندر کوزے میں بند کرنا'' کے مصداق سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

اللہ پاک بطفیل سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ اجمعین ان رسائل کے برکات سے ہم سب کو سرفراز فرمائے۔ آمین

المرقوم : ۷؍ذی الحجہ ۱۴۴۳ سنہ بروز جمعرات

مطابق : ۷؍جولائی ۲۰۲۲ سنہ ء

فقط احقر العباد سید شاہ عبید اللہ قادری آصف پاشاہ

سجادہ نشین حضرت قطب الہند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

① رسالہ حضرات قادریہ (فارسی)

طریقۂ حضرات قادریہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ونفعنا ببرکاتہم

چنانچہ از حضرت مرشدی مولانا محمد رفیع الدین قدس سرہ رسیدہ انتخاب از اں نمودہ بقدر ضرورت کہ سالکان را فائدہ دہد می نویسد۔

اول ذکر جہر: درین طریقہ عالیہ می کنند دوزانشستہ چشم بستہ پا کشادہ لفظ ''لا'' از ناف کشیدہ تا دماغ برد۔ واز آنجا لفظ ''اِلٰہ'' بر کتف راست آوردہ، لفظ ''الا اللہ'' ضرب بر دل زند۔ ہم چنین دوصد بار تمام کند و بعدہ دہ بار یا بست بار ''محمد رسول اللہ'' می گفتہ باشد۔ در صحرا باشد ہر قدر کہ خواہد آواز بلند کند۔ واگر در آبادی باشد با مردماں اخفاء منظور بود یا زن۔ این ذکر بکند بآواز پست اولیٰ چون دوصد مذکور تمام شود چشم بستہ تصور نور مانند روشنی ماہتاب کند۔ کہ ہمہ عالم را در گرفتہ و درین تصور ہر قدر کہ آنست و بر دل بستگی یابد توقف کند۔ بعد ازان سر برداشتہ از کتف راست ضرب ''الا اللہ'' بر دل ضرب کند۔ تا چہار صد بار۔ بعد اتمام آن مراقبہ بتصور نور بطریق مذکور بکند۔ تا وقتیکہ لذت یابد۔ بعد ازان سر برداشتہ از کتف راست ضرب ''اللہ اللہ'' بر دل ضرب زند تا شش صد بار، بعد از اتمام آن مراقبہ بتصور نور بطریق مذکور تا وقتیکہ لذت یابد کند۔ بعضے اوقات بعد اتمام آن ذکر استغراق پیدا میشود غنیمت داند۔ باید دانست کہ ہر ذکر کہ متعدد باشد بعدد یا موقوف بوقت باشد آن را فروع طریق می گویند۔ و ہر چہ دوام روز و شب باشد آن را اصول طریقہ می گویند پس در ہمہ اوقات بذکر پاس انفاس کہ در دم باید کشیدن

''لا الہ'' و درفروگزاشتن ''الا اللہ'' مشغول باشد۔ و بعد پیدا شدن محبت بذکر قلبی کہ مضغہ صنوبری شکل است۔ حرکت آن را ''اللہ اللہ'' تصوری کردہ باشد۔ بعد چند روز لفظ ''اللہ'' بخط نسق نوشتہ بردل تصور کند۔ درین تصور اگر حرکتِ قلبی از نظر خیال برخیزد مضایقہ نیست۔ چون تصور اسم ذات تصور ذات بردل بنظر خیال قایم شود۔ در سفید ہائے آن لفظ ''اللہ'' نظر خیال بدوزد۔ در چند روز حلقہ ہا چندان کشادہ خواہد شد۔ تمام زمین و آسمان را احاطہ خواہد کرد۔ یا در آن حلقہ صورتے نہایت حسین پیدا خواہد شد۔ یا در آن حلقہ باغ و بستان و نہرہا و عجائب ہا بنظر خیال خواہد آمد۔ ذاتِ الٰہی را از ہمہ منزہ داند و این ہمہ را ادنی تجلیات شمارد۔ و بداند کہ حدّ این ذکر تمام شد۔ بعد ازان تصور اسم ذات علی الوجود و علی الحروف و علی الحیوان و علی الآفاق نیز می نویسد۔ چون کہ چندان ضرورت است درین ایام تنہائی مردمان قاصر۔ لہٰذا نوشتہ نشد۔ اگر منظور باشد۔ در رسالہائے حضرت مرشدی قدس سرہٗ مطالعہ کند کہ مسمّی ''بثمرات مکیہ'' است بعد ازآن ''شغل جزء لا یتجزیٰ'' مفید است۔ صورتش این کہ دوزانو نشستہ چشم بستہ خود را بنظر خیال خورد خورد کردہ تا بجزء لا یتجزیٰ رساند و صرف بجوہر روح بتصور ذات بے کیف الٰہی جل شانہ مشغول شود و بعد پیدا شدن بے ہوشی ازآن شغل باز گشتہ شغل برزخ ثلٰثہ مشغول شود کہ برزخ اعلیٰ و برزخ اوسط و برزخ ادنیٰ می گویند۔ وکیفیت برزخ اعلیٰ این کہ تصور کند کہ باطن من ظاہر شیخ است و باطن شیخ ظاہر رسول اللہ است صلی اللہ علیہ وسلم۔ و باطن رسول اللہ ظاہر جناب الٰہی است جل شانہ۔ وکیفیت برزخ اوسط این کہ صورت من صورت شیخ است و افعال من افعال شیخ است۔ وکیفیت برزخ ادنیٰ این کہ بر مکان پاکیزہ و بلند در یادِ الٰہی نشستہ است و بر احوال و افعال من اطلاع دارد۔ شغل برزخ ادنی برائے عوام مفید است۔ و شغل برزخ

اوسط برائے خواص۔ وشغل برزخ اعلیٰ برائے اخص الخواص۔ معلوم باد ہرکہ علوی النفس باشد باشغال برازخ اوراحاجت نمی افتد۔ بعدازان شغل عروج ونزول کہ نہایت اشغال حضرات قادریہ قدس اللہ اسرارہم۔

کیفیت آن بسہ قسم است۔ اما سہل ترین اقسام این کہ سالک تصورکندکہ من و ہرچہ در نظرمن می آید۔ ہمہ خاک است۔ این تصورراچندان پختہ کندکہ کالمحبوس گردد۔ و بداندکہ من باہمہ عالم خاک شدم وپس آن خاک را آب تصورکندکہ خاک آب شد۔ چون تصورِآب پختہ شود۔ تصورکندکہ آب ہوا شد۔ چون تصورہوا پختہ شود۔ تصورکندکہ ہوا آتش شد۔ چون تصورآتش پختہ شود۔ تصورکندکہ آتش نورشدو درتصورنوراکثردرخواب رویتِ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم می شود۔ چون تصورپختہ شودتصورکندکہ نورسرّ الٰہی شد۔ پس سرخدا ماشدیم۔ ازین جاعروج تمام شد۔ بعدازان بہمیں طریق نزول است و بسیارات کہ سرحدنورشدونورآتش شدو آتش ہواشدوہوا آب وآب خاک وخاک ماشدیم پس سرخداماشدیم۔ اتمام سلوک دیگرکہ اتمام سلوک برآن است

افنیۂ ثلٰثہ۔

اول فنائے افعال۔ کیفیتش این است کہ ہمہ افعال خودوغیرخودرامظہرافعال حق جل شانہ داند۔ کہ افعال الٰہی است۔ کہ درتعینات ظہورکردہ۔ ہمہ اعمالِ صالحہ مظہررحمت و رضائے الٰہی است کہ درآن ظاہرشدہ۔ وہمہ افعال بدمظہرافعال غضب وقہرالٰہی است کہ در آں ظاہرشدہ الغرض ہمہ مظاہرافعال الٰہی است

دوم فنائے صفات ۔ یعنی ہمہ صفات ذاتیہ وفعلیہ خود وغیر خود را مظہر صفاتِ الٰہی داند ۔ وحمیدہ را مظہر رحمت ۔ وذمیمہ را مظہر غضب ۔

سوم فنائے ذات ۔ یعنی ذات خود و ذات ہمہ موجودات را مظہر ذاتِ الٰہی داند ۔ وآخر الامر این دانست را نیز او داند ۔ حتیٰ کہ از خود گم شود ۔ ہمین است کمال بندگی وعین رضا وتسلیم کہ فوق این مقام دیگر نسیت ۔ ووحدت وجود در این جا خوب محقق شود ۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تمت تمام باشد

ترجمہ : رسالۂ حضرات قادریہ (اردو)

طریقۂ حضرات قادریہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ونفعنا برکاتہم

چنانچہ حضرت مرشدی مولانا محمد رفیع الدین قدس سرہ سے جو کچھ پہنچا اس سے منتخب کر کے ضرورت کے مطابق کے جو سالکان کو فائدہ دے لکھا جاتا ہے۔

اول ذکر جہر: اس طریقۂ عالیہ میں یہ ذکر اس طرح کریں کے دو زانوں بیٹھ جائیں اور آنکھ بند کر لیں یا کھلی رکھیں حسب مناسب پھر لفظ ''لا'' کو ناف سے کھینچ کر دماغ تک پہنچائیں اور وہاں سے لفظ ''اِلٰہ'' سیدھے کاندھے تک لائیں اور پھر لفظ ''الا اللہ'' کی ضرب دل پر ماریں۔ اسی طرح دو سو مرتبہ کریں اور اس کے بعد دس بار یا بیس بار ''محمد رسول اللہ'' کہنا چاہئے۔

اگر ویرانے میں ہوں تو جتنی چاہے آواز بلند کریں اور اگر آبادی میں ہوں یا لوگوں سے چھپانا مقصد ہے یا عورتوں سے تو اس ذکر کو پست آواز میں کرنا بہتر ہے۔ جب دو سو مرتبہ کر چکیں تو آنکھ بند کر کے نور کا تصور روشنی چاند کی مانند کریں کہ جو تمام عالم کو محیط ہے اور اس تصور کو جس قدر بھی ہو سکے دل میں بٹھائیں اور اس پر جمے رہیں۔ اس کے بعد سر اٹھا کر سیدھے کاندھے سے ''الا اللہ'' کی ضرب دل پر لگائیں چار سو مرتبہ۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد نور کے تصور و الامراقبہ مذکورہ بالا طریقہ سے کریں۔ یہاں تک کہ لذت حاصل ہونے لگے۔ اس کے بعد سر اُٹھائیں اور سیدھے کاندھے سے ''اللہ اللہ'' کی ضرب دل پر ماریں چھ سو مرتبہ۔ اس کے مکمل ہونے کے بعد نور کے تصور و الامراقبہ کریں۔ لذت حاصل ہونے تک۔

بعض اوقات اس ذکر کے مکمل ہونے کے بعد استغراق پیدا ہوتا ہے اگر پیدا ہو تو غنیمت جانیں۔ جاننا چاہئے کہ ہر ذکر جو زیادہ تعداد میں ہوتا ہے۔ عدد سے ہو یا وقت کی تعیین سے ہو اس کو طریق فروع کہتے ہیں۔ اور جو کچھ ہمیشہ رات و دن ہوتا ہے اس کو اصول طریقہ کہتے ہیں۔ پس تمام اوقات ذکر پاس وانفاس جو کہ سانس اندر لیتے ہوئے "لا الہ" اور باہر چھوڑتے ہوئے "الا اللہ" کیا جاتا ہے میں مشغول رہیں۔ اس کے بعد پیدا ہوگی محبت ذکر قلبی میں جو مضغۂ صنوبری الشکل ہے۔ اس کی حرکت کو "اللہ اللہ" تصور کرنا چاہئے۔

چند روز کے بعد لفظ "اللہ" کو خط نسق میں لکھا ہوا دل پر تصور کریں۔ اس تصور میں اگر حرکت قلبی خیال کی نظر سے اٹھائیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ جب تصور اسم ذات، تصور ذات دل پر خیال کے نظر سے قائم ہو جائے تو اس کی سفیدی میں وہ لفظ "اللہ" خیال کی نظر سے بنائیں۔ چند روز میں وہ حلقہ اس قدر کشادہ ہو جائے کہ تمام زمین اور آسمان کو احاطہ کرے۔ یا اس حلقہ میں ایک حسین صورت پیدا ہو جائے گی۔ یا اس حلقہ میں باغ اور پھول اور نہریں اور عجائبات خیال کی نظر سے ظاہر ہوں گے۔ ذاتِ الٰہی کو ہر چیز سے منزہ جانے اور اس تمام کو اس کی ادنی تجلیات میں شمار کریں اور جاننا چاہئے کہ اس ذکر کی حد تمام ہوئی۔ اس کے بعد تصور اسم ذات علی الوجود اور علی الحروف اور علی الحیوان وعلی الآفاق بھی لکھا جاتا ہے۔ چونکہ ان ایام میں تنہائی کی زیادہ ضرورت ہے لوگ اس سے قاصر ہیں اس لئے (تفصیل) نہیں لکھی گئی۔ اگر ضرورت محسوس ہو تو حضرت مرشدی قدس سرہ کے رسالوں کا مطالعہ کریں جو "ثمرات مکیہ" کے نام سے ہے۔ اس کے بعد "شغل جزء لا یتجزیٰ" مفید ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو زانوں بیٹھ کر آنکھ بند کرلیں اور خود کو خیال کی نظر سے ٹکڑے ٹکڑے کریں حتیٰ کہ اتنا باریک ہو جائیں کہ اس سے

زیادہ ممکن نہ ہو اور صرف روح کے جوہر کے ذریعہ تصور ذات بے کیف الٰہی جل شانہ میں مشغول ہوں اور جب ہوش کھونے لگیں تو اس شغل سے پلٹ آئیں اور شغل برزخ ثلٰثہ میں مشغول ہوں کہ جسے برزخ اعلیٰ اور برزخ اوسط اور برزخ ادنی کہتے ہیں۔اور برزخ اعلیٰ کی کیفیت یہ کہ تصور کریں کہ میرا باطن ظاہرِ شیخ ہے اور باطن شیخ ظاہرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور باطن رسول اللہ ظاہر جناب الٰہی جل شانہ ہے۔اور کیفیت برزخ اوسط یہ کہ میری صورت شیخ کی صورت ہے اور میرے افعال شیخ کے افعال ہیں۔اور کیفیت برزخ ادنیٰ یہ کہ ایک پاکیزہ اور بلند مکان میں یادِ الٰہی میں بیٹھے ہیں اور میرے احوال اور افعال سے باخبر ہیں۔شغل برزخ ادنیٰ عوام کے لئے مفید ہے۔اور شغل برزخ اوسط خواص کیلئے۔اور شغل برزخ اعلیٰ اخص الخواص کیلئے۔معلوم ہونا چاہئے کہ جو کوئی علوی النفس ہو تو اس کیلئے اشغال برزخ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسکے بعد شغل عروج ونزول کہ جوانتہاء اشغال حضرات قادریہ قدس اللہ اسرارھم ہے۔

اس کی کیفیت کی تین قسمیں ہیں۔مگر آسان ترین قسم یہ کہ سالک تصور کرے کہ میں اور جو کچھ میری نظر میں آتا ہے سب خاک ہے۔اس تصور کو اس قدر پختہ کریں کے اس میں حواس مختل ہو جائیں۔اور یہ سمجھے کہ میں تمام عالم کے ساتھ خاک ہوگیا۔اس کے بعد اس خاک کو آب تصور کریں کہ خاک آب ہوگئی۔جب آب کا تصور پختہ ہو جائے۔تصور کریں کہ آب ہوا ہوگئی۔ جب ہوا کا تصور پختہ ہو جائے۔تصور کریں کہ ہوا آگ ہوگئی۔جب آگ کا تصور پختہ ہو جائے۔ تصور کریں کہ آگ نور ہوگئی۔اور تصور نور میں اکثر خواب میں رویت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے۔جب تصور پختہ ہو جائے تو تصور کریں کہ نور، سرّ الٰہی ہوگیا۔پس سِرِّ خدا ہم ہوئے۔اس جگہ عروج تمام ہوا۔اس کے بعد اسی طریقہ سے نزول ہے اور اسی طریقے سے کہ

سر خدا نور ہوا اور نور آگ ہوا اور آگ ہوا ہوئی اور ہوا آب اور آب خاک اور خاک ہم ہوئے پس سر خدا ہم ہوئے۔ اتمام سلوک دیگر کہ سلوک کا خاتمہ اس پر ہے۔ افنیۂ ثلٰثہ۔

اول فنائے افعال: اس کی کیفیت یہ ہے کہ تمام اپنے افعال اور غیر کے افعال کو حق جل شانہ کے افعال کا مظہر جانے۔ کہ افعال الٰہی ہیں جو کہ تعینات (ایک چیز کا بہت سی چیزوں میں ظہور) میں ظاہر ہوئے ہے۔ تمام اعمال صالحہ مظہر رحمت اور رضائے الٰہی ہے کہ اُن میں ظاہر ہوے ہیں۔ اور تمام برے افعال، غضب اور قہر الٰہی کا مظہر ہیں کہ جو ان میں ظاہر ہوئے ہیں۔ الغرض تمام مظاہر افعال الٰہی ہیں۔

دوم فنائے صفات: یعنی تمام صفات ذاتیہ اور فعلیہ خود کے اور غیر کے صفات کو مظہر صفاتِ الٰہی جانے۔ اور حمیدہ کو رحمت کا مظہر اور ذمیمہ کو غضب کا مظہر۔

سوم فنائے ذات: یعنی ذات خود اور تمام موجودات کی ذات کو مظہر ذات الٰہی جانے۔ اور آخر میں اپنی سمجھ کو بھی اسی کی سمجھ جانے۔ حتیٰ کہ خود سے گم ہو جائیں۔

یہی ہے کمال بندگی اور عین رضا اور تسلیم کہ اس سے اوپر کوئی دوسرا مقام نہیں اور وحدت وجود اس جگہ اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصۡحَابِهٖ اَجۡمَعِيۡنَ

وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ

تمت تمام شد

۲ رسالہ حضرات نقشبندیہ (فارسی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طریقۂ سلوک حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارھم و نفعنا ببرکاتھم

ذکر قلبی و طریقہ اش این است زیر پستان چپ یک انگشت مضغۂ گوشت صنوبری شکل است و ہمیشہ در حرکت است مثل حرکت نبض۔ پس زبان را بکام چسپانیدہ و چشم بستہ اگر تنہا باشد یا با یاران کہ ہم نسبت باشد و گرنہ چشم کشادہ بطرف آن مضغہ متوجہ شدہ حرکت آن چنان تصور کند کہ او ''اللہ اللہ'' می کند و من می شنوم۔ و اگر حرکت معلوم نشود انگشت سبابہ بر آن بدہند۔ و آہستہ آہستہ بردارد و آنہ کہ وقت بے اعانت انگشت معلوم خواہد شد۔ و اگر کسے صاحب توجہ بتوجہ جاری کنانند ازین چہ بہتر۔ چون خوب جاری شود در ہیچ وقت غافل نہ باشد۔ و اگر محنت کند نورِ آں سرخ رنگ ظاہر خواہد شد۔ ازین جا درگشتہ مقابل آن زیر پستانِ راست کہ لطیفہ روحی می گویند۔ بطریق مذکور مشغول شود۔ و بعد محنت نور آں سفید رنگ ظاہر خواہد شد۔ از ان جا درگزشتہ زیر ناف یک انگشت کہ لطیفہ نفسی می گویند بطریق مذکور باسم ذات مشغول شود۔ بعد محنت نور آن زرد رنگ ظاہر خواہد شد۔ از ان جا درگزشتہ میان سینہ کہ لطیفہ سری می گویند بطریق مذکور باسم ذات مشغول شود۔ و بعد محنت نور آں سبز رنگ ظاہر خواہد شد۔ این چہار لطیفہ از سینہ تا ناف تعلق دارند۔ اکثر وجد و حال و بے قراری درین ہا ظاہر می شود و سماع قرآن مجید بآواز خوش و سماع اشعار با غنا کہ در شرع جائز باشد درین لطایف مدد می شود۔ بعد فراغ این چہار لطیفہ در پیشانی کہ لطیفہ خفی می گویند بطریق مذکور باسم ذات مشغول شود۔ بعد محنت نور آن سیاہ رنگ

ظاہر خواہد شد۔ از ان جا در گزشتہ در تارک کہ لطیفہ اخفاء می گویند بطریق مذکور باسم ذات مشغول شود بعد محنت نور آن سیاہ تر ظاہر خواہد شد۔ درین لطیفہ دو مقام استغراق است بہ ہیچ سماع وغیرہ اثر نمی کند چون این لطائف تمام شدند۔ ہر شش را بیک توجہ جمع کند این جمع لطائف می گویند و در مدت قلیل حاصل می شود بعد از ان ذکر سلطانی کہ تمام بدن را باسم ذات ذاکر کند۔ بعد از ان در نفی و اثبات صغیرہ و کبیرہ۔ در تقدیم و تاخیر ہر دو مختار است۔

صغیرہ آن است کہ دم را بر ناف حبس کردہ بخیال لفظ ''لا'' از ان جا کشیدہ تا بحلق آوردہ از ان جا ''الہ'' بر لطیفہ روحی ضرب کند ''الا اللہ'' بر لطیفہ قلبی ضرب کند۔ در یک دم سہ بار پنج بار تا یازدہ بار۔ بعدہ بعدد طاق عمل کند۔ چون دم بگزارد۔ آہستہ از زبان محمد رسول اللہ بخیال یا بزبان گفتہ بگزارد و نیز بعد از ان اِلٰہِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ ۔بخیال یا بزبان یک بار یا سہ بار گفتہ دیگر بار حبس دم کند۔ و در چند روز بعد طاق طاق زیادہ نمودہ تا یک صد و یک بار رساند۔ و نفی و اثبات کبیر نیز ہمین طریق است مگر آن کہ ''لا'' را تا دماغ کشد و بر لطیفہ روحی ''الہ'' بضرب آوردہ بر دل ''الا اللہ'' بر لطیفہ قلبی ضرب کند۔ ہر دو را در اوقات نہ یادہ شکم نہ بسیار بردنہ خالی می کردہ باشد۔ و گرنہ از حبس تکلیف خواہد کشید۔ و نیز معلوم باد کہ نفی و اثبات صغیر در سلوک لطائف اربعہ صدریہ مفید است۔ و نفی و اثبات کبیر در ہمہ لطائف ستہ مفید۔ و ہر دو نفی و اثبات در لطیفہ قلبی زیر عجب دارند۔ از عمل معلوم خواہد شد۔

بدآں شغل بعد ذکر سلطانی و ذکر تنزیہی باید کرد و صورتش آن است کہ دو زانو نشستہ چشم بستہ بخیال بگوید ''لا الہ الا ہو'' و یا لفظ ''ہو'' بخیال خود بالا برد۔ تا آن کہ آسمان ہا بگزرد۔ اگر خطرہ درمیان بار از سر گیرد۔ بعد از ان اثبات مجرد دو زانو نشستہ چشم بستہ حبس دم کردہ بر ناف

ضرب بقوت وشدید بزند "لا" بر دماغ رساند دریکدم سہ بار یا پنج بار یا زیادہ طاق طاق زیادہ کند۔ می گویند کہ بزرگان تا بیک ہزار ویک بار دریکدم رسانیدہ اند۔

بعد ازان یادداشت اسمی۔ صورتش این کہ چشم بستہ لفظ "اللہ" بخط نسق در تصور آوردہ خود را بلکہ ہمہ عالم را دران گم کند۔ چنانکہ ہیچ چیز درخیال نماند، بجز لفظ "اللہ" بعد ازان یادداشت اسمی کہ اتمام سلوک اشغال برآن است۔ کیفیتش این کہ از دل حقیقی کہ درآن قوت اکرینہ تصور ذات بے چون و بے چگون کہ برتر از وہم وفہم است بکند۔ و درآن تصور چنان استغراق نماید کہ شعور ماسوائے اللہ نماند۔ پس شغل چہار ولایت است۔

اول ولایت عامہ کہ "لا الہ الا اللہ" بزبان یا بدل می گفتہ باشد۔ بعد ازان ولایت خواص و شغل آن وحدت الوجود است۔ بعد ازان ولایت اخص الخواص و شغل آن "وَرَاءُ الْوَرَاء ثُمَّ وَرَاءِ الْوَرَا" است۔ نفی درولایت خواص ہمہ عالم را عین حق می دانست۔ ازآن بازگشتہ حق تعالیٰ را از وہم وفہم وَرَاءُ الْوَرَا منزہ از عالم می داند۔ و چہارم ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و شغل آن خلو متخلّیۃ از حق و از غیر حق۔ نفی یعنی درولایت خواص عالم را عین تعالیٰ دانستہ بود۔ و درولایت اخص الخواص حق تعالیٰ را منزہ از عالم دانستہ قائل بِوَرَاءِ الْوَرَاء شدہ بود۔ حالا از ہر دو اعتقاد ذہن خود را خالی کردن محض بایمان غیب مشغول شدہ کہ نسبت انبیاء است کہ ایشان محض بہ غیبت متوجہ بودہ جز بوحی زبان نمی کشودند۔ بعد ازآن کمالات نبوت سہ اند۔ اگر بفضل الٰہی استغراق حاصل شدہ آن سہ مراتب حاصل خواہد شد۔ اول علم حضور۔ یعنی دانستن سالک کہ مراد دوام حضور ذات بے کیف الٰہی است جل شانہ۔ درین مرتبہ سہ چیز باقی است۔ ذات سالک وعلم سالک و ذاتِ الٰہی چون ازین بجذبہ الٰہی ترقی

کر د حضور علم می نامند کہ سالک از میان فنا شد۔ دو چیز باقی ست۔ صرف علم و ذات بے کیف الٰہی باقی ماند۔ چون بالکلیہ جذبہ در گرفت آن را حضور در حضور می گویند کہ سالک و علم سالک ہر دو فنا شدند۔ صرف ذات بے کیف الٰہی جل شانہ باقی ماند۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ
وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

تمت تمام شد

ترجمہ : رسالہ حضرات نقشبندیہ (اردو)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طریقہ سلوک حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم ونفعنا بہ برکاتہم

ذکر قلبی اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں پستان کے ایک انگشت نیچے ایک صنوبری شکل کا گوشت کا لوتھڑا ہے جو ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے نبض کی حرکت کی طرح۔ پس زبان کو تالو سے چپکا کر اور آنکھ بند کر کے اگر تنہا ہوں یا ہم نسبت ساتھیوں کے ساتھ ہوں تو ورنہ آنکھ کھلی رکھ کر اس گوشت کے لوتھڑے کی طرف متوجہ ہو کر اس کی حرکت کو اس طرح تصور کرو کہ ''اللہ اللہ'' کر رہا ہے اور میں سن رہا ہوں۔ اور اگر حرکت معلوم نہ ہو تو انگوٹھے کے ساتھ والی (شہادت کی) انگلی کو اس پر رکھے اور آہستہ آہستہ اس طرح حرکت دے کہ حرکت محسوس ہو یہاں تک کہ انگلی کی مدد کے بغیر حرکت محسوس ہو اور اگر کوئی صاحب توجہ اپنی توجہ سے اس کو جاری کرے تو بہت بہتر ہے۔ اور جب خوب جاری ہو جائے تو پھر کبھی غافل نہ ہو اور اگر اس پر مذکورہ طریقہ سے ذکر کریں تو سرخ رنگ کا نور ظاہر ہونا شروع ہو جائے گا۔

اب اس جگہ سے پلٹ کر اس کے مقابل سیدھی پستان کے ایک انگشت نیچے جس کو لطیفہ روحی کہتے ہیں مذکورہ طریقہ سے مشغول ہوں اور کچھ عرصہ بعد سفید رنگ کا نور ظاہر ہو گا اس کے بعد ناف سے ایک انگشت نیچے کہ جس کو لطیفہ نفسی کہا جاتا ہے مذکورہ طریقہ سے اسم ذات میں مشغول ہوں۔ کچھ عرصہ بعد زرد رنگ کا نور ظاہر ہو گا۔ اس کے بعد سینہ کے درمیان کہ جس کو لطیفہ سری کہا جاتا ہے مذکورہ طریقہ سے اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوں کچھ عرصہ بعد سبز رنگ کا نور ظاہر ہو گا۔ یہ چار لطیفہ سینہ سے ناف تک تعلق رکھتے ہیں۔ اکثر وجد اور حال اور

بے قراری ان میں ظاہر ہوتی ہے اور قرآن مجید کا سننا اچھی آواز کے ساتھ اور غنا کے ساتھ اشعار کا سننا کہ جس کا سننا شرع میں جائز ہے ان لطائف میں مدد دیتا ہے۔

ان چار لطیفوں سے فراغت کے بعد پیشانی میں کہ جسے لطیفہ خفی کہا جاتا ہے مذکورہ طریقہ سے اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوں۔ کچھ عرصہ بعد اس کا نور سیاہ رنگ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے بعد سر کے اوپر تالو میں کہ جس کو لطیفہ اخفی کہا جاتا ہے، مذکورہ طریقہ سے ذکر اسم ذات میں مشغول ہوں کچھ عرصہ بعد اس کا نور سیاہ تر شکل میں ظاہر ہوگا۔ ان لطیفوں میں یہ دو مقام استغراق کے ہیں کہ جہاں کسی بھی سماع کا اثر نہیں ہوتا۔ جبکہ یہ لطائف تمام ہو جائیں۔ تمام چھ لطایف کو ایک توجہ میں جمع کریں اس کو جمع لطائف کہتے ہیں اور تھوڑی مدت میں حاصل ہو جائے گا اس کے بعد ذکر سلطانی جس میں تمام بدن اسم ذات کا ذاکر ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد نفی و اثبات میں صغیرہ و کبیرہ ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی پہلے کیا جا سکتا ہے۔

صغیرہ وہ ہے کہ دم کو ناف میں پکڑ کر خیال میں لفظ "لا" اس جگہ سے کھینچتے ہوئے حلق تک لائیں اس جگہ "الہ" کی ضرب لطیفہ روحی پر لگائیں۔ "الا اللہ" کی ضرب لطیفہ قلبی پر لگائیں۔ ایک سانس میں تین بار یا پانچ بار یا گیارہ بار۔ اس کے بعد عدد طاق کے مطابق عمل کریں۔ جب سانس چھوڑیں تو آہستہ سے زبان سے یا خیال سے "محمد رسول اللہ" کہیں اور اس کے بعد "اِلٰهِیْ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَ رِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ" خیال میں یا زبان سے ایک بار یا تین بار کہہ کر دوبارہ حبس دم کریں۔ اور چند دنوں میں عدد طاق میں تعداد بڑھاتے ہوئے ایک سو ایک بار تک پہنچائیں اور نفی و اثبات کبیر بھی اسی طریقہ پر ہے مگر وہ کہ "لا" کو دماغ تک کھینچیں اور لطیفہ روحی پر "الہ" کی ضرب ماریں اور دل پر "الا اللہ"

کہتے ہوئے لطیفہ قلبی پر ضرب ماریں۔ ہر دو کو اوقات میں نو یا دس بار کریں شکم نہ پورا خالی ہو اور نہ بھرا ہوا۔ ورنہ حبس دم سے تکلیف ہوگی۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ نفی و اثبات صغیر، سلوک لطائف اربعہ صدریہ میں مفید ہے۔ اور نفی و اثبات کبیر تمام لطایف ستہ میں مفید ہے اور دونوں نفی و اثبات لطیفہ قلبی میں عجائبات رکھتے ہیں جو عمل کرنے پر معلوم ہو جائیں گے۔

اس کے بعد ذکر سلطانی اور ذکر تنزیہی ضرور کرنا چاہئے اور اس کی صورت وہ ہے کہ دوزانو بیٹھ جائیں آنکھ بند کر کے خیال کے ذریعہ کہیں ''لا الہ الا ھو'' اور لفظ ''ھو'' کے ساتھ خیال میں خود کو اوپر اٹھائیں حتی کہ آسمان سے گزر جائیں۔ اگر اندیشہ درمیان میں آئے تو دوبارہ کریں۔ اس کے بعد اثبات مجرد، دوزانو بیٹھ جائیں آنکھ بند کر کے دم کو روک کر ناف پر ضرب قوت اور شدت سے ماریں اور ''لا'' کو دماغ تک پہنچائیں۔ ایک دم میں تین بار یا پانچ بار یا طاق عدد میں زیادہ کریں، کہتے ہیں کہ بزرگوں نے ایک دم میں اس کو ایک ہزار ایک بار پہنچایا ہے۔

اس کے بعد یاداشت اسمی: اس کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے لفظ ''اللہ'' خط نسق میں تصور میں لائیں اور خود کو حتی کہ تمام عالم کو اس میں گم کر دیں۔ چنانچہ کوئی بھی خیال میں نہ رہے بجز لفظ ''اللہ'' کے۔

اس کے بعد کہ سلوک کے اشغال کا اختتام یاد داشت اسمی پر ہوتا ہے۔ اس کی کیفیت یہ کہ دل حقیقی سے اتنی قوت کے ساتھ تصور ذات بے چون و بے چگون کا کہ جو وہم اور فہم سے برتر ہے کریں۔ اور اس تصور میں اس طرح غرق ہو جائیں کہ اللہ کے سوا سب کا شعور ختم ہو جائے۔ اس کے بعد شغل چہار ولایت ہے۔

پہلی ولایت عامہ کہ ''لا الہ الا اللہ'' زبان سے یا دل سے کہتا رہے۔ اس کے بعد

ولایت خواص ہے اور اس کا شغل وحدت الوجود ہے۔ اس کے بعد ولایت اخص الخواص ہے اور اس کا شغل ”وَرَاءُ الْوَرَاءْ ثُمَّ وراءُ الْوَرَا“ ہے۔ ولایت خواص میں نفی، تمام عالم کو عین حق سمجھنا ہے۔ اس سے فراغت کے بعد حق تعالیٰ کو وہم وفہم سے وَرَاءُ الْوَرَا عالم سے منزہ جانے۔ اور چہارم ولایت انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور اس کا شغل خلو ”متخلیہ از حق وغیر حق“ ہے۔ نفی یعنی خواص کی ولایت میں عالم کو عین حق تعالیٰ سمجھا تھا۔ اور ولایت اخص الخواص میں حق تعالیٰ کو عالم سے منزہ، جان کر قائل ”بوَرَاءِ الْوَرَاء“ ہوا تھا۔ اب یہ دونوں اعتقاد سے اپنے ذہن کو خالی کر کے محض ایمان بالغیب میں مشغول ہوا کہ نسبت انبیاء ہے کہ وہ محض غیبت سے متوجہ ہوئے تھے اور سوائے وحی کے زبان نہیں کھولتے تھے۔ اس کے بعد نبوت کے کمالات تین ہیں اگر اللہ کے فضل سے استغراق حاصل ہو تو وہ تین مراتب بھی حاصل ہو جائیں گے۔ اول علم حضور۔ یعنی سالک کا یہ جاننا کہ اس سے مراد ”ذاتِ بے کیف الٰہی“ کے حضوری (تصور) کا دوام ہے۔ اس مرتبہ میں تین چیزیں باقی ہیں ذات سالک، اور علم سالک اور ذات الٰہی جب اس جگہ سے جذبہ الٰہی ترقی کرے تو حضور علم کا نام دیتے ہیں کہ سالک اس میں فنا ہو جاتا ہے۔ دو چیزیں باقی ہیں۔ صرف علم اور ذات بے کیف الٰہی باقی رہ گئے۔ جب مکمل طور پر جذبہ غالب آئے گا تو اس کو ”حضور در حضور“ کہتے ہیں کہ سالک اور سالک کا علم دونوں فنا ہو گئے۔ صرف ذات بے کیف الٰہی جل شانہ باقی رہ گئی۔ ذالِكَ فَضْلُ اللهِ الْعَظِيْمِ وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ بِحَمْدِ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

تمت تمام شد

③ رسالۂ رویت (فارسی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حمد بے حد وثنائے بے عدمر خدائے را کہ مومنان را بوعدہ رویت خود بشارت داد و فرمود۔ "وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" وصلوٰۃ زاکیات بروح مقدس سید کائنات و خلاصۂ موجودات کہ در تفسیر این آیت کریمہ فرمود سَتَرَوۡنَ رَبَّكُمۡ كَمَا تَرَوۡنَ الۡقَمَرَ لَيۡسَ دُوۡنَهٗ سَحَابٌ و برآں واصحاب کہ نجوم ہدایت اند نازل باد۔ امابعد۔

پوشیدہ نماند کہ رویت حق سبحانہ جل شانہ در دنیا بچشم سر و بیداری ممتنع وغیر جائز است۔ وقائل جواز گمراہ ومخالف سنت است اما بچشم دل در دنیا و در خواب ممکن الوقوع و در آخرت بچشم سر ہمہ مومنان را میسر۔ واین رویت اگرچہ کیفیتش صراحۃً وتفصیلاً از نقل ثابت نیست۔ لکن آنچہ کنایۃً باجمال مستفاد می شود وعقل سلیم آنرا قبول می کند۔ حاصل آن بطریق سہل نوشتہ می شود۔ معتقد اہل ایمان این است کہ ذات حق سبحانہ جل شانہ از حدّ و جہت وکیفیت وکمیت و جسم و جوہر منزہ است۔ پس ہرچہ این چنین باشد درک آن از حواس ظاہر و باطن محال بود۔ لہٰذا پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند۔ تَفَكَّرُوۡا فِيۡ اٰلَآءِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوۡا فِيۡ ذَاتِ اللّٰهِ۔ چون فکر نمودن ممنوع شد۔ بصر ظاہر چہ قوت دارد کہ ذات او سبحانہ را بیند لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ۔ درنمی یابد او را بینائے چشم و او در یابد بینائے چشم را۔ پس وعدۂ رویت چیست ومبشر بدین بشارت کیست۔ معلوم باد کہ ذاتِ الٰہی تعالیٰ شانہ چنانکہ ہست بکنہ خود از اول خلق تا آخر او را ہیچ کس نہ دیدہ و در یافتہ است۔ ونخواہد در یافت نہ در دنیا نہ در

آخرت ۔ چنان کہ موسیٰ علیہ السلام خواست ۔کہ رَبِّ اَرِنِیْ جواب آمد لَنْ تَرَانِیْ ۔ و آنحضرت فرمود کہ حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْ کُشِفَ ذٰلِکَ النُّوْرُ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰی اِلَیْهِ بَصَرُہٗ ۔ او سبحانہ نور است ۔ اگر کشادہ شود آن نور ہر آئینہ بسوز اند درخشند گیہائے ذات او چیزے را کہ برسد بدان چیز ۔ بصر او سبحانہ و معلوم است کہ بصر او سبحانہ بہمہ چیز می رسد ۔ یعنی ہیچ مخلوق موجود نماند ہمہ معدوم شوند ۔ و نیز فرمود کہ در آخرت نباشد میان ذات الٰہی و مومنان مگر چادر کبریا ۔ اما آن ذات را تجلیات است بے حد و شمار کہ برائے بندگانِ خاص او برحمت و لطف و برائے بعضے مغضوبان بغضب و قہر آن تجلیات ظاہر می شود در دنیا بر دل یا در خواب ۔ و در آخرت ظاہر می شود ببصر و بیداری ۔ و آن تجلی را دیدہ گفتن کہ من خدائے را بدل دیدم یا در خواب دیدم جائز است ۔ چنان کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی نورانی بطرف کوہ طور دید ۔ حال آن کہ در جہت بود و محدود بود ۔ چون نزدیک شد، ندا در رسید اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ بدرستی کہ من خدا ایم ۔ و ہم چنین آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در خواب در صوتے دیدہ فرمود کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ در حدیث معراج فرمود رَاَیْتُ رَبِّیْ عَلٰی صُوْرَةِ اَمْرَدَ ۔ پس ثابت شد کہ تجلی دیدن و آن را خدا گفتن جائز است زیرا کہ آن تجلی از خدا است ۔ چنان کہ دریا را آب گفتن و قطرہ را آب گفتن جائز است ۔ اما از آن تجلیات بے شمار در ذات ہیچ تغیر و تبدل نیست ۔ چنانکہ شعاع آفتاب ۔ اگر لکھا باشد قرص آفتاب برحال خود است و در رویت قیامت کہ تشبیہ بقمر است تمثیل آشکارا دیدن است نہ تمثیل قرص قمر ۔

سوال ۔ چون تجلیات الٰہی بے شمار اند ۔ و بینندہ از کیفیات آن قبل از دیدن آگاہ و شناسا نیست ۔ پس اگر کسے در دنیا بدل یا در خواب یا در آخرت بسر و بیداری تجلی از آن تجلیات بیند ۔

چگونہ شناسد کہ این تجلی الٰہی است؟

جواب۔ آن است کہ خالق قلوب ہمہ وموجد عقول ہمہ او سبحانہ است۔ بر دوستان تجلی خود نماید و در عقل آنہا نیز خود انداز دکہ این خدائے ماست۔ چنان کہ موسیٰ علیہ السلام تجلی آتش دانستہ بودند نداشنید کہ "اِنِّی اَنَا اللّٰہُ" ہم چنان در دل مومنان الہام کند۔ و در عقل وے انداز دکہ این تجلی من است۔ این چند سطور بسرعت ارقام پریرفت۔ شرح این طولے دارد کہ بروقت موقوف است۔

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا فِیْكَ بَصِیْرَۃً وَّاغْفِرْلَنَا بِرَحْمَتِكَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تمت تمام شد

ترجمہ: رسالۂ رویت (اردو)

حمد و ثنا بے حد اس خدا کو کہ جس نے مومنوں کو اپنی رویت کی بشارت دی اور فرمایا
وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃ

اور صلوٰۃ وسلام روح مقدس سید کائنات و خلاصہ موجودات پر کہ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا سَتَرَوْنَ رَبَّکُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَیْسَ دُوْنَہٗ سَحَابٌ
اور ان کے آل و اصحاب پر جو نجوم ہدایت ہیں۔ امابعد۔

واضح ہو کہ خدائے تعالیٰ کا دیدار دنیا میں سر کی آنکھوں سے اور بیداری میں ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور اس کے جواز کا قائل گمراہ اور سنت کا مخالف ہے مگر دل کی آنکھوں سے دنیا میں اور خواب میں اس کا وقوع ممکن ہے اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے تمام مومنوں کو میسر ہوگا۔ اور اس دیدار کی کیفیت صراحۃً اور تفصیلاً نقل سے ثابت نہیں ہے۔ لیکن کنایۃً اجمالی طور پر یہ ثابت ہے۔

اور عقل سلیم اس کو قبول کرتی ہے۔ اس کا حاصل، آسان طریقہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ اہلِ ایمان کا اعتقاد یہ ہے کہ ذاتِ حق سبحانہ جل شانہ حدّ اور جہت اور کیفیت اور کمیت اور جسم اور جوہر سے پاک ہے۔ پس یہ جس طرح بھی ہو اس کا ادراک حواس ظاہر و باطن سے محال ہے۔ لہٰذا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تفکروا فی الاء اللہ ولا تفکروا فی ذات اللہ۔ جب فکر کرنا ممنوع ٹھہرا۔ تو ظاہری بصارت میں کیا قوت کہ اس کی ذات سبحانہ کو دیکھے۔ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ آنکھیں اُس

کا ادراک نہیں کر سکتی اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔ پس پھر دیدار کا وعدہ کیا ہے۔ اور بغیر بشارت کے مبشر کیسا۔ معلوم ہوا کہ ذاتِ الٰہی تعالیٰ کی ایسی شان ہے جس کی حقیقت کو مخلوق میں اول سے لے کر آخر تک کسی نے نہیں دیکھا اور نہ اس کا پتہ پایا۔ اور نہ پاسکتا ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ رَبِّ اَرِنِیْ۔ جواب آیا لَنْ تَرَانِیْ

اور آنحضرت نے فرمایا کہ حِجَابُہُ النُّوْرُ لَوْ کُشِفَ ذٰلِکَ النُّوْرُ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْھِہٖ مَا انْتَھٰی اِلَیْہِ بَصرُہ۔

وہ سبحانہ تعالیٰ نور ہے اگر اس نور کو ظاہر کر دیا جائے تو اس کی ذات کے انوار کی درخشندگی ہر اس چیز کو جس تک پہنچے گی جلا دے گی۔ اس کی بصارت سبحانہ معلوم ہے کہ اس کی بصارت ہر چیز کو پہنچتی ہے۔ یعنی (اس کے انوار سے) کوئی مخلوق موجود نہیں رہے گی سب معدوم ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ آخرت میں ذاتِ الٰہی اور مومنوں کے درمیان (حجاب) نہیں ہوگا مگر کبریائی کے چادر کی۔ مگر اس ذات کی تجلیات بے حد اور بے شمار ہیں کہ اس کے خاص بندوں پر رحمت اور لطف اور بعض مغضوبوں کیلئے قہر اور غضب کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں۔ دنیا میں دل پر یا خواب میں۔ اور آخرت میں ظاہر ہوں گے بصارت میں اور بیداری میں۔ اور اس تجلی کو دیکھنے والا کہے کہ میں نے خدا کو دل سے دیکھا ہے یا خواب میں دیکھا ہے جائز ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے نورانی تجلی کو کوہ طور پر دیکھا حالانکہ جہت میں تھی اور محدود تھی۔ جب نزدیک ہوئے ندا آئی اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ میں خدا ہوں تمہارا اور اسی طرح آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ایک صورت کو

دیکھا فرمایا رَاَیتُ رَبّیِ فِیٓ اَحسَنِ صُوْرَۃٍ۔حدیث معراج میں فرمایا رَاَیتُ رَبّیِ عَلٰی صُوْرَۃِ اَمْرَدَ۔پس ثابت ہوا کہ تجلّی دیکھنا اور اس کو خدا کہنا جائز ہے اس لئے کہ وہ تجلّی خدا کی طرف سے ہے۔چنانچہ دریا کو پانی کہنا اور قطرہ کو پانی کہنا جائز ہے۔اس کی تجلّیات بے شمار ہیں مگر ذات میں کسی قسم کا تغیّر و تبدّل نہیں ہے۔چنانچہ سورج کی شعائیں،اگر لاکھوں ہوں سورج کا کرّہ اپنے حال پر رہے گا۔اور قیامت میں دیدار جس کی تشبیہہ چاند سے کی جاتی ہے اس کی مثال ظاہر ہونے اور دیکھنے سے ہے نہ کہ چاند کے کرّہ سے۔

سوال۔جب کہ تجلیات الٰہی بے شمار ہیں اور دیکھنے والا اس کی کیفیات سے، دیکھنے سے پہلے آگاہ و شناسا نہیں ہے۔پس اگر کوئی شخص دنیا میں دل یا خواب میں یا آخرت میں سر کی آنکھوں سے اور بیداری میں ان تجلیات کو دیکھے۔کس طرح جانے کہ یہ تجلیات الٰہی ہے۔جواب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام قلوب کا خالق اور تمام عقلوں کا موجد ہے۔دوستوں پر اپنی تجلّی ظاہر کرتا ہے اوان کی عقل میں یہ احساس ڈال دیتا ہے کہ یہ ہمارا خدا ہے۔چنانچہ موسیٰ علیہ السلام آگ کی تجلّی کو جس سے کہ واقف تھے،آواز سنی کہ ’’اِنّیِ اَنَا اللّٰہ‘‘ اسی طرح مومنوں کے دل میں الہام کرتا ہے۔اور ان کی عقلوں میں یہ احساس ڈالتا ہے کہ یہ میری تجلّی ہے۔یہ چند سطریں جلدی میں لکھی گئی ہیں اس کی شرح طویل ہے جو وقت پر موقوف ہے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا فِیكَ بَصِیْرَۃً وَّ اغْفِرْلَنَا بِرَحْمَتِكَ

وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

تمت تمام شد

④ رسالہ فوائد جماعت (فارسی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فوائد جماعت بعضے متعلق بآخرت و بعضے متعلق بدنیا۔ ہر یک بر دو قسم است۔ خارج نماز: اما فوائد آخرت خارج نماز آن کہ فائدہ بر ہر قدم کہ بر می دارد بسوئے برائے داخل شدن جماعت یک یک نیکی درنامہ اعمال ثبت می شود۔ و یک یک بدی محوی گردد۔

فائدہ وثواب نماز جماعت بست و پنج حصہ زین تنہا خواندن زیادہ می شود۔

حدیث: صَلٰواۃُ الْجَمَاعَۃِ تُفَضِّلُ عَلٰی صَلٰواۃِ الْفَرْدِ سَبْعٍ وَّ عِشْرُوْنَ دَرَجَۃً۔

چون چہل روز متواتر تکبیر تحریمہ با امام فوت نہ شود آتش دوزخ برو حرام می گردد۔ کَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثُ۔

فائدہ : وچو عالمیان رابیند کہ قریب امام استادہ اند امام را از خطا باز می دارند۔ در نقض وضو خلیفہ امام می شوند شوق خواندن علم می افزاید۔

فائدہ : و ہر نماز بروقت مستحب خواندہ می شود۔

اما فوائد آخرت داخل نماز آن کہ فائدہ و اگر اُمّی است سہو در نماز نمی افتد۔ و اگر خطائے واقع شود سہو نمی آید۔

فائدہ : و اگر می است از شنیدن امام قرأت می آموزد۔

فائدہ : و ارکان نماز با امام کامل ادا می گردد۔

فائدہ : ملائکہ کہ صف بستہ عبادت می کنند مشابہت بآنہا پیدا می شود۔

کہ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنْ۔ در قرآن مجید واقع است۔ اما فوائد متعلقہ بدنیا نیز خارج نماز و داخل نماز اند۔

فائدہ : چون کہ پیادہ برائے نماز ہر بار بسوئے مسجد رود۔ تکبر زائل گردد۔

فائدہ : چون غنی وفقیر ومملوک وآزاد واجلاف واشراف در نماز برابر استادہ بیند یقین می داند در درگاہ الٰہی ہمہ در بندگی برابر اند بزرگی دنیوی اعتبار ندارد۔

فائدہ : وملاقات وسلام بر دوستان ہر وقت دست می دہد وحاصل می گردد۔

فائدہ : در نظر اہل زمانہ معزز ومکرم می گردد۔

فائدہ : بچشم خلق عزیز آن زمان شود۔ حافظ کہ بر در تو نہد روئے مسکنت برخاک۔

فائدہ : ولطافت بدن ولباس و پرہیز عادت اکتیار می کند۔ اَحْیَاءُ مِنْ اِخْوَانِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ چنانکہ حدیث: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی نَظَافَۃٍ۔ اما فوائد دنیاوی داخل نماز آنکہ۔

فائدہ : اگر کسے از کسے کدورتے در دل باشد از برابر استادن و در سلام و نشست کردن در چندان روز دفع می شود۔

فائدہ : وقیاس کند چنان کہ در ارکانِ نماز بموافقت اخوان مامور شدہ است در امور دنیوی نیز موافق ہمہ باید بود۔ چنان کہ حدیث: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ وَیَکْرَہُ لِاَخِیْہِ مَا یَکْرَہُ لِنَفْسِہٖ۔

فائدہ : چون کفار اجتماع مسلمانان وموافقت در ہر رکن می بینند ہیبت در دلہائے ایشان می افتد۔ کہ در ہر کار یک دل و یک رائے خواہند بود۔ این رسالہ بجہت فرمائش۔

تمت تمام شد

ترجمہ : رسالہ فوائد جماعت (اردو)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جماعت کے بعض فائدے آخرت سے متعلق اور بعض دنیا سے متعلق ہیں۔ اور ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ خارج نماز: آخرت کے فائدے خارج نماز وہ ہیں کہ ہر قدم پر جو جماعت سے باہر، جماعت میں شامل ہونے کیلئے اٹھتا ہے، ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور ایک ایک بدی مٹائی جاتی ہے۔ نماز باجماعت کا فائدہ وثواب تنہا بڑھنے سے پچیس حصہ زیادہ ہے۔ ایک روایت میں ستائیس کا ذکر آیا ہے۔ حدیث: **صَلَوَاتُ الْجَمَاعَةِ تُفَضِّلُ عَلٰی صَلَوَاتِ الْفَرْدِ سَبْعٌ وَعِشْرُوْنَ دَرَجَةً۔**

اگر متواتر چالیس روز تکبیر تحریمہ امام کے ساتھ فوت نہ ہوتو دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيْث

فائدہ : اور جب دیکھیں کہ عالم، امام کے قریب کھڑے ہیں، امام کو خطا سے روک دیں گے اور نقض وضو کے وقت امام کا خلیفہ ہوگا اور علم حاصل کرنے کا شوق بڑھے گا۔

فائدہ : اور ہر نماز مستحب وقت پر پڑھی جاتی ہے۔

فوائد : آخرت داخل نماز وہ ہیں کہ اگر بے پڑھا لکھا ہے تو نماز میں غلطی کا امکان نہیں رہے گا۔ اور اگر غلطی ہو جائے تو سہو نہیں ہوگا۔

فائدہ : اور اگر بے پڑھا لکھا ہے تو امام سے سن کر قرأت سیکھے گا۔

فائدہ : اور ارکان نماز امام کے ساتھ مکمل ادا ہوں گے۔

فائدہ : ملائکہ جو کہ صف بستہ عبادت کرتے ہیں ان سے مشابہت پیدا ہوگی کہ وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ قرآن مجید میں آیا ہے۔اس کے علاوہ دنیا کے فائدے بھی خارج نماز اور داخل نماز ہیں۔

فائدہ : جب پا پیادہ ہر بار مسجد کو جائے گا۔تکبر زائل ہوگا۔

فائدہ : جب غنی اور فقیر، آزاد اور غلام، عزت دار و کم رتبہ کو نماز میں برابر کھڑے دیکھے گا تو یقین آجائے گا کہ بارگاہ الٰہی میں تمام بندگی میں برابر ہیں اور دنیاوی بزرگی کا اعتبار نہ ہوگا۔

فائدہ : دوستوں سے ملاقات اور سلام کا موقع ہر وقت حاصل ہوگا۔

فائدہ : اہل زمانہ کی نظر میں معزز اور مکرم ہوگا۔

فائدہ : مخلوق کی نظر میں اس زمانے میں پیارا ہوگا۔حافظ جو کہ اس کے در پر حاضری دیتے ہیں محتاجی کا اظہار کریں گے۔فائدہ۔اور بدن اور لباس کی پاکیزگی اور پرہیز کی عادت بن جائے گی۔اَحْیَاءٌ مِنْ اِخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

چنانچہ حدیث بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی نَظَافَةٍ۔(اسلام کی بنیاد پاکی پر ہے) دنیا کے فوائد داخل نماز یہ ہیں:

فائدہ : اگر کسی کے دل میں کسی کے لئے کدورت ہے تو ایک ساتھ کھڑے ہونے، بیٹھنے اور سلام کرنے سے چند روز میں ختم ہو جاتی ہے۔

فائدہ : اس بات کا بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ جب ارکان نماز میں اپنے بھائیوں کی موافقت کرتا ہے تو دنیوی امور میں بھی سب کی موافقت کی جانی چاہیئے۔

چنانچہ حدیث لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ وَ یَکْرَہُ لِاَخِیْہِ مَا یَکْرَہُ لِنَفْسِہٖ۔ تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہوگا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ بات پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور اپنے بھائی کے لئے وہ بات ناپسند کرے جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے۔

فائدہ : جب کفار مسلمانوں کا اجتماع اور ہر رکن میں ان کی موافقت کو دیکھیں گے تو ان کے دل میں ہیبت پیدا ہو جائے گی کہ ہر کام میں ایک دل اور ایک رائے ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ فرمائش کے سبب لکھا گیا۔

تمت تمام شد

⑤ رسالہ جبر واختیار (فارسی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ الْعَزِیْزِ الْجَبَّارِ۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ فِیْ عِبَادِہِ الْاِرَادَۃَ وَ الْاِخْتِیَارَ۔
وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُخْتَارِ۔ وَ عَلٰی اٰلِہِ الْاَطْهَارِ۔
وَ صَحْبِہِ الْاَخْیَارِ۔ عَدَدَ مَا اَظْلَمَ عَلَیْہِ اللَّیْلُ وَ اَضَاءَ عَلَیْہِ النَّهَارُ۔

اما بعد

می گوید فقیر ابوعبدللہ شجاع الدین الحسین کان اللہ تعالیٰ لہ فی الدارین۔ کہ مسئلہ جبر و اختیار از اعاظم مسائل اہل سنت و جماعت است۔ بعضے در تحقیق آن ساکت اند و بعضے متردد۔ و بعضے بقصور علم خود مقر۔ و بعضے بحبل آیہ کریمہ (لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ) معتصم۔ پس آنچہ حق سبحانہ عقلاً ونقلاً این فقیر آگاہانیدہ خلاصۂ آن می نویسد۔ امید از جنابش آنکہ ہر کہ درین مسئلہ شک داشتہ باشد۔ اگر بر تامل مطالعہ کند۔ بسوئے تفتیش نہ کشد واشکالے کہ در ذہن او متمکن باشد بفضل الٰہی برطرف گردد۔

باید دانست کہ اسماء الٰہی جل شانہ ہرچہ بصیغۂ فاعل از فعل متعدی مقرر و توقیفی است۔ آن ہمہ نسبت بمخلوق صیغۂ اسم مفعول می شود۔ چنان کہ اسم او سبحانہ خالق است۔ اسم بندہ مخلوق۔ او رازق این مرزوق۔ او رحیم این مرحوم۔ او مصور بکسر واو این مُصَوَّر بفتح واو۔ واو غفار این مغفور۔ وعلی ہذا القیاس۔ این چنین اسم او جبار بندہ مجبور۔ و معنی جبر زبردستی کہ ہرچہ او کردہ وہمکند۔ کسے نتواند کہ او را باز دارد۔ یا ہرچہ نکردہ ونکند۔ کسے نتواند کہ بظہورش آرد۔ دیگر معنی جبر کامل

کردن ناقص است۔ جَبَّارُ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا۔ معنی اول رحمان دارد۔ پس معنی

جبار ذوالجبروت باشد۔ وجبروت مبالغہ جبر است۔ چنانچہ ملکوت مبالغہ ملک است۔ پس جبر در بدو خلق ثابت است۔ وظہور افعالِ عباد مطابق آن۔ یعنی انچہ قبل از خلق عباد وافعال ایشان را تقدیر کردہ است از اہل سعادت وشقاوت کہ در حدیث ''وَ الْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ'' ظاہر وصفت ایمان است۔ در ظاہر کنانیدن آن افعال حق سبحانہ جبّار است کہ بشرح وختم از آن خبر دادہ۔ کہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (سورہ الزمر، ۲۲)

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (سورہ البقرۃ، ۷)۔ و باوجود جبر حقیقی بندگان اختیار نیز دارند۔ ومعنی اختیار نیک گرفتن و نیک گزیدن خواہ برائے حظوط دنیا بود ونفع آخرت دران باشد یا ضرر۔ خواہ برائے حظوط آخرت بود نفع دنیا دارن یا ضرر۔ واین اختیار چنانکہ حق سبحانہ درانسان صفات دیگر ذاتیہ وفعلیہ خلق کردہ است۔ صفتِ اختیار نیز از ان جملہ خلق کردہ است۔ کہ بدو ایجاد لازم ذات اوست و ہر قدر کہ وجود انسان اعتبار دارد اختیار ہمان قدر اعتبار دارد۔ وحد ظہور آن صفت درانسان علم قدرت فعل وترک است۔ چہ ہرکس اگر بانصاف درخود فکر کند۔ ہر قدر کہ وسع و طاقت اوست۔ قدرت فعل وترک درخود می باید۔ اگر کسے انکار این علم کند کاذب است ومبطل۔ واین اختیار در قرآن مجید بارادہ اولاً وسعی ثانیاً معتبر شدہ۔ کہ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ۔ وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ ہر خداوند عقل می داند کہ آنچہ ارادہ کنم وکوشش آن بتقدیم رسانم در وقوع خواہد آمد۔ اگرچہ در وقوع ہمان خواہد آمد کہ حق سبحانہ در جبروت تقدیر کردہ است۔ اما این علم قدرت خود کہ لازم ذاتی

اوست ہمین علم مثاب و معاقب می گردد۔ و برہمیں علم امر و نہی الٰہی جل شانہ وارد است و وعدہ و وعید و خوف و رجا بدو شامل (تنبیہ) تردد متردد ان درین مسئلہ بدو امر است یکے آن کہ وجود را بر اختیار غالب و مستقل می دانند۔ و جبر بران اختیار جاری می کنند و نہ چنان است۔ بلکہ از وقتیکہ وجود انسان است۔ اختیار نیز از ہمان وقت قائم بذات اوست۔ ہر استقلالے و بقاے کہ وجودش دارد اختیارش نیز دارد۔ بدان کہ مستقل در وجود است۔ و مجبور در اختیار۔ بلکہ در ہر دو مجبور است۔ دیگر آن کہ فرق در جبر و ظلم نمی کنند۔ جبر آن است کہ برائے ہر چہ آفریدہ شدہ است عمل آن از و کنانند۔ و بر و آسان کنند۔ چنانکہ در آثار وارد است۔ وَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ قَالَ بَحْرٌ عَمِیْقٌ فَلَا تَلِجْہُ۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ۔ قَالَ طَرِیْقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُکْہُ۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ قَالَ سِرُّ اللّٰہِ قَدْ خَفِیَ عَلَیْکَ فَلَا تُفَتِّشْہُ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ۔ فَقَالَ اَیُّھَا السَّائِلُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَکَ لِمَا شَاءَ اَوْ لِمَا شِئْتَ قَالَ لِمَا شَاءَ قَالَ فَیَسْتَعْمِلُکَ فِیْ مَا شَاءَ۔ وَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ و ظلم آن است کہ عمل نیک کنانند و جزائے بد دہند۔ پس جبر ضد مغلوبی و ظلم ضد عدل۔ حق سبحانہ در تقدیر خود جبار است ہمان کنانند۔ انچہ تقدیر کردہ است۔ لَا رَادَّ لِفَضْلِہٖ وَ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: کُلٌّ لَّہٗ قَانِتُوْنَ۔ اَیْ فِطْرَۃً وَّ حُکْمًا۔ لَا اَمْرًا وَ نَھْیًا۔ چون معنیٰ ظلم و اختیار و حد ظہور آن در انسان معلوم شد۔ اصل جبر نیز باید دانست تا تشفی کلی شود و حجاب غفلت از بصر بصیرت مرتفع گردد۔ پوشیدہ نیست کہ ہمہ عالم ظہور اسماء و صفات الٰہی است جل شانہ۔ و بعضے صفات رحمت و لطف اند و بعضے صفات قہر و غضب پس

ہر مظہر کہ از رحمت و لطف ناشی است موافقت و اطاعت جبلت اوست۔ و ہر مظہر کہ از غضب و قہر ناشی است مخالفت و عصیان جبلت اوست۔ چہ معلوم ہر عاقل کامل است کہ رحمت و لطف بر موافق و مطیع واقع می شود۔ و غضب و قہر بر مخالف و عاصی واقع می شود۔ ہر کسی راموافق جبلت خود عمل کہ کردن لازم افتاد۔ چنانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ می فرماید قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ اَیْ طَرِیْقَةُ الَّتِیْ تُشَاكِلُ حَالَهٗ وَ جَوْهَرَ رُوْحِهٖ وَ اَحْوَالَهُ الْمُطَابِقَةَ لِمِزَاجِ بَدَنِهٖ وَ قِیْلَ الْمُتَشَاكِلَةُ الطَّبِیْعَةُ وَ الْعَادَةُ وَ الدِّیْنُ هٰكَذَا فَسَّرَهَا الْمُفَسِّرُوْنَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْا۔ وَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ زَالَ عَنْ خُلُقِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا فَاِنَّهٗ یَصِیْرُ اِلٰی مَا جُبِلَ عَلَیْهِ۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْجَبَّارِ فِیْ مَا قَدَّرَ فِیْ مَا نَهٰی وَ اَمَرَ۔ وَ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تمت بالخیر

ترجمہ: رسالہ جبر و اختیار (اردو)

امابعد۔ کہتا ہے فقیر ابو عبداللہ شجاع الدین الحسین کان اللہ تعالیٰ لہ فی دارین کہ جبر و اختیار کا مسئلہ اہل سنت و جماعت کے بڑے مسائل میں سے ہے۔ بعض اس کی تحقیق مین ساکت ہیں اور بعض متردد۔ اور بعض اپنے علم کی کمی کے معترف اور بعض اس آیت کریمہ کی رسّی کو تھامے ہوئے ہیں" (لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ) (سورہ انبیاء، ۲۳) ترجمہ: (اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور (جو کام یہ کرتے ہیں اس کی) ان سے باز پرس ہوگی) پس جس قدر حق سبحانہ نے عقلاً ونقلاً اس فقیر کو آگاہ کیا ہے اس کا خلاصہ لکھتا ہوں امید ہے کہ جناب جو کوئی اس مسئلہ میں شک رکھتے ہیں، اگر غور سے مطالعہ کریں اور تلاش نہ کرے تو (جھوٹ نہ نکالے) اس کے ذہن میں جو اشکال ہیں وہ بفضل الٰہی ختم ہوجائیں گے۔

جاننا چاہیئے کہ اسماء الٰہی جل شانہ جو بھی فعل متعدّی سے فاعل کے صیغہ پر ہے اور وہ توقیفی ہے۔ مخلوق سے ان تمام کی نسبت، اسم مفعول کے صیغہ سے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اُس کا نام خالق ہے سبحانہ اور بندہ کا نام مخلوق۔ وہ رازق ہے اور یہ مرزوق۔ وہ رحیم ہے اور یہ مرحوم۔ وہ واوٴ کے کسرہ کے ساتھ مُصوِّر اور یہ واوٴ کے فتح کے ساتھ مُصوَّر۔ اور وہ غفار اور یہ مغفور۔ اور سب کو اسی طرح قیاس کریں اور اسی طرح اس کا اسم وہ جبار اور بندہ مجبور۔ اور یہاں جبر کے معنی طاقت کے ہیں کہ جو کچھ وہ کرنا چاہے کرے کسی کو یہ طاقت نہیں کہ اس کو روک سکے۔ یا جو کچھ نہ چاہے نہ کرے۔ اور کسی کو

مجال نہیں کہ اس کو کرنے پر مجبور کرے۔ جبر کے دیگر معنی ناقص کو کامل کرنے کے ہیں۔ جَبَّارُ الْقُلُوْبِ عَلٰی فِطْرَتِهَا۔ ترجمہ: (دلوں کی شکستگی کو ان کی فطرت کے مطابق درست کرنے والا) پہلے معنی رحمان کے رکھتا ہے۔ اس طرح جبار کے معنی ذوالجبروت ہوا۔ اور جبروت، جبر کا مبالغہ ہے۔ چنانچہ ملکوت، ملک کا مبالغہ ہے۔ اس لئے جبر کے دو معنی ثابت ہوئے اور بندوں کے افعال کا ظہور ان کے مطابق ہے، یعنی جو کچھ بندوں کی اور ان کے افعال کی تخلیق سے قبل تقدیر لکھ دی گئی ہے کہ جو اہل سعادت اور اہل شقاوت سے ہوں گے۔ جو حدیث ''وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ'' (ترجمہ: تقدیر کی اچھائی اور برائی اللہ کی طرف سے ہے) سے ظاہر اور ایمان کی صفت ہے۔ ان افعال کو ظاہر کرنے میں حق سبحانہ جبار ہے کہ شرح (قلب) اور اس پر مہر لگانے کی اس طرح خبر دی گئی کہ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (سورہ الزمر، آیت: ۲۲۔ ترجمہ: بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کیلئے کھولدیا اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی میں ہے) وَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰی سَمْعِهِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ (سورہ البقرہ، آیت: ۷۔ ترجمہ: اور اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے)۔

اور باوجود اس جبر حقیقی کے بندے اختیار بھی رکھتے ہیں۔ اور اختیار کے معنی اچھی بات کو اختیار کرنا اور اس کو منتخب کرنا ہے، چاہے وہ دنیا کیلئے ہو اور اس کا آخرت میں فائدہ ہو یا نقصان۔ اور چاہے وہ آخرت کیلئے ہو کہ اس میں دنیا کا فائدہ ہو یا نقصان۔ یہ اختیار جیسا کہ حق سبحانہ نے انسان میں مختلف صفات ذاتیہ اور فعلیہ کو پیدا کیا ہے۔ ان

میں سے ہی اختیار کی صفت بھی ہے ۔کہ جس کا ظہور اس کی ذات کا لازمی حصہ ہے اور جس طرح انسان کے وجود کا اعتبار ہے اسی طرح اختیار کا بھی اعتبار ہے ۔اور انسان میں اس صفت کے ظہور کی حد علم قدرت فعل اور ترک ہے ۔اگر کوئی بھی شخص انصاف کی نظر سے خود میں فکر کرے جس قدر اس کی دسترس اور طاقت ہے تو خود میں فعل اور ترک کی قدرت بھی پائے گا اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو وہ جھوٹا اور بے اصل ہے اور اس اختیار کو قرآن مجید میں اولاً ارادہ اور ثانیاً کوشش سے ظاہر کیا گیا ہے کہ مِنۡكُمۡ مَنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَ مِنۡكُمۡ مَنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ۔ (آل عمران، ۱۵۲) (تم میں سے بعض وہ ہیں جو دنیا کو چاہتے ہیں اور تم میں سے بعض آخرت کو چاہتے ہیں) وَ اَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۔(اور یہ کہ انسان کو وہی ملیگا جس کی وہ کوشش کرے)۔
(النجم، آیت:۳۹)

ہر ایک کو خدا نے عقل دی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ میں ارادہ کروں اور اسے کوشش کے ذریعہ آگے بڑھاؤں وہ وقوع میں آئیگا، اگر چہ کہ اس کا وقوع اس طرح عمل میں آئے گا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جبروت میں مقدر کر دیا ہے ۔مگر یہ خود کی قدرت کا علم کہ جو اس کا ذاتی وصف ہے ۔یہی ثواب اور عذاب میں بدلے گا اور اسی علم پر امر و نہی الٰہی جل شانہ وارد ہوتی ہے ۔اور وعدہ و وعید اور خوف و رجا دونوں شامل۔ (تنبیہ) متردد ان کا تردد اس مسئلہ میں دو امر سے ہے ایک وہ کہ وجود کو اختیار پر غالب اور مستقل سمجھتے ہیں اور اس اختیار پر جبر جاری کرتے ہیں اس طرح نہیں ہے بلکہ اس وقت سے جب کہ انسان کا وجود ہے۔ اختیار بھی اس کی ذات سے قائم ہے۔ ہر

استقلال اور بقاء کہ جو وجود رکھتا ہے اس کو اختیار بھی حاصل رہتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ وجود میں مستقل ہے اور اختیار میں مجبور۔ بلکہ دونوں میں مجبور ہے۔ دوسرا یہ کہ جبر اور ظلم میں فرق نہیں کرتے۔ جبر وہ ہے کہ جو کچھ کہ تخلیق کیا گیا ہے اس سے عمل کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا آسان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ آثار میں آتا ہے۔ وَجَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ فَقَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ قَالَ بَحْرٌ عَمِیْقٌ فَلَا تَلِجْہُ۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ۔ قَالَ طَرِیْقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُکْہُ۔ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ قَالَ سِرُّ اللّٰہِ قَدْ خَفِیَ عَلَیْکَ فَلَا تُفَتِّشْہُ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْقَدْرِ۔ فَقَالَ اَیُّھَا السَّائِلُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَکَ لِمَا شَاءَ اَوْ لِمَاشِئْتَ قَالَ لِمَا شَاءَ قَالَ فَیَسْتَعْمِلُکَ فِیْ مَا شَاءَ۔ وَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ کُلٌّ مُّیَسَّرٌ لِّمَا خُلِقَ لَہٗ۔ (ترجمہ: ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا مجھے تقدیر کے بارے میں بتایئے آپؓ نے فرمایا: وہ ایک گہرا سمندر ہے تو اس میں داخل مت ہو، اس نے کہا: مجھے تقدیر کے بارے میں بتایئے تو آپ نے جواب دیا: وہ ایک تاریک راستہ ہے تو اس میں مت چل، اس نے وہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا: وہ اللہ کا راز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے تو اس کی چھان بین مت کر، پھر اس نے کہا: تقدیر کے بارے میں بتایئے تو آپ نے فرمایا: اے سوال کرنے والے! بیشک اللہ نے تجھ کو پیدا کیا اس کے لئے جو وہ چاہا اور تو جو چاہا اور فرمایا وہ جس میں چاہے تجھے کام میں لگاتا ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی کیلئے وہ چیز آسان کر دی جاتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا)۔ اور ظلم وہ ہے کہ عمل اچھے کرائیں اور اس کی جزاء بری دیں۔ پس جبر، مغلوبی کی

ضد اور ظلم عدل کی ضد ہے۔حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی تقدیر میں جبار ہے اسی طرح کراتا ہے جیسا کہ مقدر کیا ہے۔ وَلَا رَادَّ لِفَضْلِهٖ (یونس،۱۰۷) لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ۔ (سورہ رعد،۴۱) اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ اس کے حکم کو پیچھے کرسکتا ہے)۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ۔ اَیْ فِطْرَةً وَ حُكْمًا۔ لَا اَمْرًا وَ نَهْيًا۔** اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر ایک اس کے تابعدار ہیں، یعنی فطرت اور حکم کے اعتبار سے نہ کہ امر و نہی کے اعتبار سے۔ (سورہ بقرہ:۱۱۶)

جب ظلم و اختیار کے معنی اور اس کے ظہور کی حد انسان میں معلوم ہوگئی تو جبر کی اصلیت کو بھی جاننا چاہئے تاکہ مکمل تشفی حاصل ہو اور غفلت کا پردہ بصارت پر سے ہٹ جائے۔ یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے کہ تمام عالم میں اسماء وصفاتِ الٰہی جل شانہ کا ظہور ہے اور بعض صفات رحمت اور مہربانی ہیں اور بعض صفات قہر وغضب۔ پس ہر وہ مظہر جو رحمت اور مہربانی سے نکلے اس کی جبلت (فطرت) موافقت اور اطاعت ہے۔ اور ہر وہ مظہر کہ جو قہر وغضب سے نکلے اس کی جبلت مخالفت اور نافرمانی ہے، کیا معلوم کہ ہر عاقل کامل ہے کہ رحمت اور لطف موافق اور مطیع پر واقع ہوتی ہے اور غضب اور قہر مخالف اور عاصی پر واقع ہوتی ہے اور ہر ایک کو اپنی فطرت کے موافق عمل کرنا لازم رہتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ (بنی اسرائیل، ۸۴) **اَیْ طَرِيْقَةِ الَّتِیْ تُشَاكِلُ حَالَهٗ وَ جَوْهَرَ رُوْحِهٖ وَ اَحْوَالَهُ الْمُطَابِقَةَ لِمِزَاجِ بَدَنِهٖ وَ قِيْلَ الْمُتَشَاكِلَةُ الطَّبِيْعَةُ وَ الْعَادَةُ وَ الدِّيْنُ هٰكَذَا فَسَّرَهَا الْمُفَسِّرُوْنَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمْ**

بِجَبَلٍ زَالَ عَنْ مَكَانِهٖ فَصَدِّقُوْا ۔ وَ اِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ زَالَ عَنْ خُلُقِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْا فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ اِلٰى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ ۔ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْجَبَّارِ فِيْ مَا قَدَّرَ فِيْ مَا نَهٰى وَ اَمَرَ ۔ وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

آپ کہہ دیجئے ہر انسان اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے۔ یعنی اپنے اس طریقے پر جو اس کے حال کے مشابہ ہے اور اس کی روح کے مشابہ ہے اور اس کے وہ احوال جو اس کے بدن کے مزاج کے مطابق ہے اور کہا گیا (شاکلہ کے معنی) طبیعت اور عادت اور دین کے بھی ہیں، اسی طرح مفسرین (علیہم الرحمہ) نے اس کی تفسیر بیان کی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی پہاڑ کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو تم اس کی تصدیق کر سکتے ہو اور جب تم کسی آدمی کے بارے میں سنو کہ وہ اپنی عادت سے ہَٹ گیا ہے (فطرت بدل گئی ہے) تو تم تصدیق مت کرو، کیونکہ وہ اسی کی طرف لوٹتا ہے جس فطرت پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔

اللہ کی ذات پاک ہے جو کچھ اس نے مقدر کیا اور جس بات سے روکا اور جس بات کا حکم دیا ان سب میں اس کی صفت جبّار کی شان ظاہر ہے۔

و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین

والحمد للہ رب العالمین۔

⑥ رسالہ سماع (فارسی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ سَامِعِ الۡاَصۡوَاتِ۔ عَالِمِ الۡجَھۡرِ وَ الۡخَفِیَّاتِ۔ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ سَیِّدِ الۡکَائِنَاتِ۔ اَلَّذِیۡ سَبَّحَ فِیۡ کَفِّہِ الۡحَصِیَّاتِ۔ وَ کَلَّمَہُ الضَّبُّ بِاَفۡصَحِ الۡکَلِمَاتِ۔ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ مَا سَبَّحَ الرَّعۡدُ رَنَّحَ الطُّیُوۡرُ بِاالسجعات۔ اما بعد۔

می گوید اضعف عباد اللہ ابو عبداللہ الحسین المدعو بشجاع الدین جعلہ اللہ من التائبین و رزقہ یوم القیامۃ شفاعۃ سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہ و الہ و اصحابہ اجمعین۔

کہ چون دریافتم اختلاف سلف وخلف در باب غنا وسماع آن دو دلائل اباحت و حرمتش ہر کس بقدر علم خود نوشتہ وردِّ یک دگر نمودہ خورستم کہ دلائل حوالہ برسائل فریقین کردہ نفع وضر رآن و امتحان سامع و مغنّی بر ذات خود وغیر خود عرضہ دہم۔ کہ ہر چیز بیان از تجربہ و امتحان در ذہن قرار می گیرد۔ وصدق از کذب ظاہر می شود۔ ”غنٰی“ بالف مقصورہ در لغت بے نیازی و عدم احتیاج است۔ وغناء بالف ممدودہ طرب وحزن۔ یعنی از قبیل اضداد است۔ و در اصطلاح آواز پست و بلند و دراز وکوتاہ کردن برقواعد مقررۂ اہل غنا است و این قواعد در ہر قوم موافق لہجہ و زبان آنہا است۔ و آن درازی وکوتاہی اگر برارکان عروضیہ شعر مرکب از حرکات وسکنات است وہمان حرکات وسکنات و اوقات مقررہ سریعۃ

الآوان وبطیۃ الازمان اہل غنا است منطبق افتد غناء تام است ۔ واگر نہ افتد غنا ناقص بر دو تقدیر از اطلاق غنا برو خارج نیست و وجہ مناسب اشتقاق آن است کہ غناء تام از دو حال خالی نیست ۔ طرب مضرط انگیزد ۔ یا حزن مفرط ۔ و در ہر دو صورت صوت سامع را بے نیازی از رنج صدمات کون و فساد می بخشد ۔ و احادیث نبویہ علیہ و علی الہ افضل الصوات والتحیہ ۔ اکثر در تقبیح آن و بعضے در اباحت آن وارد شدہ ۔ و بر تقدیر اباحت بلفظ ''لَھْو'' تعبیر افتاد کہ ''فَاِنَّ الْاَنْصَارَ یُعْجِبُھُمُ اللَّھْوُ'' و ''لہو'' در لغت ''مشغول شدن بلا یعنیٰ'' است ۔ چنان کہ در غیر موضع قرآن شریف واقع شدہ ۔ و باوجود ثبوت لہو یہ شنیدنِ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم محقق است ۔ و در ایامی کہ اظہار فرح و سرو مشروع است رخصت آن ہویدا ۔ بشرطیکہ آواز شہوت انگیز بناشد و مزامیر جز دف نبود ۔ و تغنی در قرأت قرآن بلحن عرب بارعایت قواعدِ تجویدیہ مستحب بلکہ مسنون کہ مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا ۔ و درین مقام تاویل تغنی باستغنا تکلف است ۔ و این مادہ لغت غنا صراحۃً در قرآن مجید مدحًا و ذمًا واقع نشدہ ۔ تمام شد اجمالاً احکام نقلیہ در غنا ۔ اما احکام عقلیہ کہ در نفع و ضرر غنا ظاہر است ۔ این است کہ میل ہر ذی روح بالطبع شنیدن آوازِ خوش متحقق است ۔ و چون بقواعد غنا مقید گردد ۔ جاذب تر باشد ۔ و عامہ آدمیان کہ در صفات حیوانیہ مبتلا اند ۔ و روح بآن صفات حیوانیہ ملوث شدہ ۔ و این صفات بدو چسپیدہ ۔ ہمہ صفات حیوانیہ باروح میل آن صورت می کند ۔ و بالتذاذِ روح ملتذ ذ ۔ باقوت روح متقوی می گردند ۔ و حیوانیہ غالب تر و قوی تر می گردد ۔ و شہوت بر شہوت می افزاید ۔ ہر چہ گیرد علتی علت شود ۔ و ورود کثرت احادیث در تقبیح آن بہمین سبب است ۔ و کسے کہ صفات صفاتِ حیوانیہ او مبدل

بصفات انسانیہ شدہ اند۔ ہمان صفات باروح میل آن صورت کردہ بالتذاذ روح ملتذ ذ و باقوت روح متقوی می شود۔ و انسانیہ شیا فشیا ترقی کردہ تاملکیہ می رسد۔ و از آن لذت نیز استغنا حاصل گردد۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔ و این مرتبہ کسے است کہ تزکیہ تمام بمقام حالش شدہ باشد۔ و در زمرۂ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا۔ در آمدہ۔ و بہ بشارت فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔ مُبَشَّر گردیدہ۔ کفر گیرد کاملے ملت شو لمولفہ۔ ہمچون منصوری انا الحق گفت و خود بردار شد۔ جنس توحید وجودی برسر باز ارشد۔ اما عوام الناس کہ در شہوات نفس گرفتار اند و بسیار است کہ نفس مامور تفریح نفس درحق شان جز عصیان و طغیان نیفزاید۔ و در ایام عید و جہاد و نکاح کہ غنا جائز داشتہ شدہ۔ بسبب آن است کہ عید فطر بعد مشقت صیام یک ماہ است۔ و عید الاضحی بعد مشقت ادائی مناسک حج۔ و در جہاد خون ہلاک۔ پس ہیچ کس را از خاص و عام نفع روحی و ضرر نفسی از غنا در سہ مقام متصور نیست۔ بلکہ اندک تفریح یابد۔ تا نفس از مشقت و تعب بیآساید و خوف ہلاک زائل شدہ چست و چالاک داد شجاعت بدہد۔ و اما در نکاح بحکم اِعْلِنُوْا النِّکَاحَ وَ اضْرِبُوْا عَلَیْھَا بِالدُّفُوْفِ۔ مقصود اعلان است۔ و اگر غنا نیز در شرع ثابت شدہ برائے دفع حزن مفارقت عروس از والدین و اقرباء اوست۔ چنانکہ گریہ و زاری ہمہ ہا بشدت و بے قراری عادت و متعارف است۔ چون دو فرقہ عوام و خواص اند و نفس امارہ و مطمئنہ می دارند معلوم شد۔ اکنون حال فرقہ میانہ کہ نفس لوامہ دارند و صلحائے مومنین اند باید فہمید کہ ایشان را نیز در سماع و غنا کیفیتی و ذوقی دست می دہد کہ خود را از اہل آن می پندارند۔ و از خواص می شمارند۔ والحق کہ وقت سماع خواص را ازین فرقہ

متوسط ہیچ امتیاز نمی ماند۔ بلکہ خواص نیز ایشان را مثل خورمی دانند۔ و نہ چنان است۔

نہ ہرکہ چہرہ برافروخت دلبری داند   نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند

پس امتحان درحق ایشان واجب شد   و انموذجے از آنکہ بزرگان

اجمالاً فرمودہ اند تفصیلش این است کہ مادام کہ نفس تحتِ اوامر ونواہی الٰہی اطمنان نگرفتہ۔ روح را با او مجادلہ ومحاربہ می باشد۔ و وقتیکہ نفس بوساطت حاسۂ از حواس خمسہ جمیلہ بشہوتے از شہواتِ خود لذت گیرد و بدان مشغول شود۔ و روح از مجادلہ ومحاربہ اش بفراغ تام بحکم انجذاب او ذاتاً بسوئے جناب الٰہی متوجہ شدہ شایق ومتواجہ می گردد۔ و نفس را بکلی رام نشدہ بود از لذت خود بہرہ یافتہ وبغذائے خود قوت گرفتہ پیش از پیش سر بر می آرد۔ و اذیتہا می رساند۔ انتہی۔ محصلہ پس معلوم شدکہ وقت شنیدن سماع اعتباری ندارد۔ بلکہ بعد فراغ از سماع حال خود را نیک امتحان بکند۔ بساعتی یا بروزی یا کم وبیش قبل از شنیدنِ سماع احوال ظاہر و باطنش در اطاعت الٰہی بچہ منوال بود۔ اگر بعد سماع در اطاعت ظاہری خللی افتادکہ پیش از سماع نبود۔ مثلاً تاخیر نماز از وقت یا ترک جماعت وکسل اعضا در عبادت یا کذب وغیبت ولغو سرزدہ۔ یا شک درعقیدۂ باطن از عقاید حقّہ۔ العیاذ باللہ۔ خلجان کردہ۔ یا صفتے از صفات ذمیمہ مثل حقد وحسد وبغض وکینہ وسوءِظن در قلب خطور نمودہ پس بداندکہ زہر شیریں نوشیدہ بود۔ چون در معدہ رسید اثرش ظاہر شد واگر حرص درطاعت الٰہی و اعمال صالحہ مثل صلوٰۃ وصوم وتسبیح وتہلیل وانس بیاد الٰہی و وحشت از صحبت خلق۔ وکلام لغو پیدا شدہ۔ یا درعقیدۂ باطن یقین افزودہ۔ یا قلب بصفتی از صفات حمیدہ مثل خشوع خضوع ورقت ولینت ونصیحت خلق وحسن ظن متصف گشتہ۔ پس بداندکہ

جوارش خوردہ بود کہ بعد از فرورفتن در معدہ نفع بخشیدہ و مثل این بدان می ماند کہ وقت خورون حلوا تندرست و بیمار ہر دو در لذت برابر اند بلکہ بیمار چون از پرہیز عاجز شدہ بود لذت از تندرست زیادہ تر می یابد۔ اما چون وقت ہضم می رسد تندرست را قوت برقوت می افزاید۔ و بیمار را قریب ہلاک می گرداند و ہم چنین مثال حلال وحرام شرعی است کہ خوردن حلال وحرام در لذت برابر است۔ و در جماع حلال وحرام نیز در لذت فرقے نیست۔ اما وقتِ جزاء آن یکے منعم و مسرور است و دیگر معذب و مہجور۔ و این تجربہ کہ تفریق غنا بصیرتے ناقدہ باید کہ بر محک امتحان سرہ از ناسرہ جدا کند۔ و جید از قلب ممتاز سازد۔ و اگر نہ ادنیٰ آن کہ از این چنین چیزہائے مشترک بہ پرہیز دتا از مکر شیطان و شہوات نفسی در امان باشد۔

وَمِنَ اللهِ التَّوْفِيْقِ وَبِيَدِهٖ اَزِمَّةُ التَّحْقِيْقِ۔ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ

وَ صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

تمت بالخیر

ترجمہ : رسالہ سماع (اردو)

کہتا ہے اللہ کا سب سے ضعیف بندہ ابو عبد اللہ المدعو شجاع الدین الحسین اللہ اس کو توبہ کرنے والوں میں بنائے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کی شفاعت عطاء کرے، کہ جب میں نے پایا گذرے ہوئے اور موجودہ لوگوں کا غنا اور سماع کے باب میں اختلاف اور اس کی حِلت وحرمت کے دونوں دلائل پر ایک نے اپنے علم کے مطابق لکھا ہے اور ایک دوسرے کا رد کیا ہے تو میں نے چاہا کہ حوالہ کے دلائل جو فریقین نے اپنے رسائل میں دیے ہیں اور ان کے فائدے اور نقصانات اور آزمائش سامع اور مغنی کا اپنی ذات پر اور دوسروں پر بیان کروں کہ ہر چیز ذہن کو تجربہ اور امتحان کے ذریعہ سے قبول ہوتی ہے۔ اور جھوٹ سے سچ ظاہر ہوتا ہے ''غنیٰ'' کھڑے زبر کے ساتھ لغت میں بے نیازی اور عدم احتیاج کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اور ''غناء'' ہمزہ کے ساتھ خوشی اور غم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی یہ دونوں اضداد کی قبیل سے ہیں۔ اور اصطلاح میں آواز کا بلند و پست اور دراز اور کوتاہ کرنا، گانے والوں کے مقررہ قواعد کے مطابق ہوتا ہے۔ اور یہ قواعد ہر قوم میں ان کی زبان اور لہجہ کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور وہ درازی اور کوتاہی اگر ارکان عروضیہ شعر حرکات وسکنات سے مرکب ہیں اور وہی حرکات وسکنات اور اوقات مقررہ سریعۃ الآوان (جلدی، تیز عمل کے لمحے) اور بطیۃ الازمان (آہستہ عمل، سست عمل پر مشتمل لمحے) اہل غنا کے ہوں تو غناء تام پر منطبق ہوتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو غناء ناقص، ان دونوں صورتوں میں وہ غنا کے

اطلاق سے خالی نہیں اس کا نام غناء اس لئے رکھا گیا (اشتقاق کی وجہ یہ ہے) کہ غناء تام دو حال سے خالی نہیں ہے۔ایک حد سے زیادہ خوشی کا حصول اور دوسرے حد سے زیادہ غم۔ اور دونوں صورتوں میں آواز اپنے سننے والے کو رنج اور عالم کون وفساد کے صدمے سے چھٹکارہ بخشتی ہے۔اور احادیث نبویہ علیہ وعلی الہ افضل الصلوات والتحیہ۔اکثر اس کی برائی میں اور بعض اس کے جواز میں وارد ہوئے ہیں۔اور لفظ ''لھو'' سے اباحت کے معنی مراد لئے گئے ہیں کہ ''فَاِنَّ الْاَنْصَارَ یُعجِبُھُمُ اللَّھُوْ'' ترجمہ۔(کیونکہ انصار لھو کو پسند کرتے ہیں) اور ''لھو'' لغوی معنوں میں ''بے کار باتوں میں مصروف ہونا'' ہے۔چنانچہ قرآن شریف میں ایک سے زیادہ مقامات پر یہ لفظ آیا ہے۔اور باوجود اس کے ''لھو'' کے سننے کا ثبوت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔اور ان ایام میں کہ جن میں خوشی اور مسرت کا اظہار جائز ہے اس کی اجازت ظاہر ہے۔بشرطیکہ آواز شہوت انگیز نہ ہو اور سوائے دف کے کوئی آلہ موسیقی نہ ہو۔ اور قرأت قرآن میں دل کش آواز عربی لحن کے ساتھ قواعد تجوید کی رعایت کے تحت مستحب بلکہ مسنون ہے کہ ''مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ فَلَیْسَ مِنَّا'' ترجمہ جس نے قرآن اچھی آواز سے نہیں پڑھا وہ ہم میں سے نہیں۔(رواہ البخاری) اور اس مقام میں دلکش آواز ''تغنی'' کی تاویل عدم تکلف سے کی جائے گی۔اور غنا کا مادہ لغت قرآن مجید میں صراحۃً مدح تعریف اور برائی کے معنوں میں واقع نہیں ہوا۔

غنا کے بارے میں اجمالاً نقلی احکام کا بیان تمام ہوا۔مگر احکام عقلیہ کہ جس میں غنا کی خوبیاں اور خامیاں ظاہر ہیں۔یہ ہے کہ ہر ذی روح کا طبعی میلان دلکش آواز کو سننے کے سلسلہ میں ثابت وواضح ہے۔اور جب غنا کے قواعد کے ساتھ مفید ہو تو وہ اور جاذب تر ہو جاتا ہے۔

اور عام لوگ کہ جو حیوانی صفات میں مبتلا ہیں اور روح ان صفات حیوانیہ سے ملوث ہے اور ان صفات کو ان پر چسپاں کیا جائے۔اور روح ان صفات حیوانیہ کے ساتھ ملوث ہے اور یہ میرے صفات اور صفات حوانیہ روح کے ساتھ اس صورت کا میلان کریں گے اور روح کی لذت کے ساتھ لذات پائیں گے۔اور روح کی قوت کے ذریعہ طاقتور ہو جائیں گے اور حیوانیت غالب تر اور قوی تر ہو جائیگی۔اور شہوت پر شہوت ترقی پائے گی۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود: ہر وہ چیز جس کو ''علتی'' ناقص شخص اختیار کرتا ہے تو وہ ناقص ہی ہوگی۔(مولانا) اور کثیر احادیث میں اس کی قباحت اسی سبب سے ہے۔اور وہ شخص کہ جس کے صفات حیوانیہ صفات انسانیہ سے تبدیل ہو گئے ہوں وہی صفات روح کے ساتھ مل کر وہ صورت اختیار کرتے ہیں کہ روح کے لذت اٹھانے کے ساتھ لذت اٹھاتے ہیں اور روح کی قوت کے ذریعہ طاقتور ہوتے ہیں۔وہی انسانی صفات مرحلہ وار ترقی کرتے ہوئے ملکوتی صفات تک پہنچتے ہیں اور اس لذت سے بھی استغناء (بے نیازی) حاصل ہو جاتی ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء۔(وہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطاء کرے) اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے کہ جس کو اپنے مقام کے حال میں مکمل تزکیہ حاصل ہوا ہو۔اور زمرۂ ''قد افلح من زکھا'' (وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا) میں داخل ہوگیا ہو اور اس بشارت ''فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتعون احسنه''۔ترجمہ: پس میرے بندوں کو خوشخبری دے دو جو کلام کو سنتے ہیں اور اس میں جو بہت اچھی بات ہے اس کی اتباع کرتے ہیں، کی بشارت حاصل کیا ہوا ہو۔

کفر گیرد کاملے ملت شود: ترجمہ: مرد کامل اگر بظاہر کفر بھی اختیار کرے تو وہ بھی دین

ہو جاتا ہے۔(مولانا)

ہمچون منصوری انا الحق گفت و خود بردار شد
جنس توحید وجودی برسرِ بازار شد

(مؤلف)

جس طرح ایک منصور نے انا الحق کہا اور دار پر چڑھ گیا اور توحید وجودی کی جنس (یعنی راز) کو سر بازار ننگا کر دیا۔مگر عوام الناس کہ جو نفسانی خواہشات میں گرفتار رہتے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ ان کا نفس جو خواہشات اور تفریح کا پابند ہے گناہ اور سرکشی پیدا کر دینے کا سبب بنے۔اور ایام عید اور جہاد اور نکاح میں غنا کو جائز رکھا گیا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ روزوں کی ایک ماہ کی مشقت کے بعد عید فطر ہے۔اور مناسک حج کی ادائیگی کی مشقت کے بعد عید الاضحیٰ ہے اور جہاد میں خون اور ہلاکت۔پس کسی بھی شخص کو چاہیے وہ عام ہو یا خاص روحانی فوائد اور نفسانی نقصان،غناء کے ذریعہ سے ان مذکورہ بالا تینوں مقامات میں تصور نہیں کیا جاسکتا۔بلکہ تھوڑی سی تفریح کا پانا تا کہ نفس،مشقت تھکن سے آرام پائے ہلاکت کا خوف زائل ہو جائے اور پوری دلجمعی کے ساتھ داد شجاعت دے۔مگر نکاح میں "اعلنو النکاح و اضربو اعلیھا بالدفوف" ترجمہ: نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ، کا مقصود اعلان ہے اور اگر غنا بھی شرع میں ثابت شدہ ہے تو وہ بھی دلہن کا اپنے والدین اور اقرباء سے مفارقت کے غم کو دور کرنے کیلئے ہے۔چونکہ گریہ وزاری اور بے قراری شدت کی کیفیت میں معروف اور متعارف ہے چونکہ عوام اور خواص دو گروہ ہیں اور نفس امارہ اور مطمئنہ رکھتے ہیں یہ بھی معلوم ہے۔اب درمیانی گروہ کا حال کہ جو نفس لوامہ

رکھتا ہے اور صالح مومنین میں سے ہیں، سمجھنا چاہئے کہ یہ گروہ بھی سماع اور غناء سے ذوق اور کیفیت پاتے ہیں اور خود کو اسی گروہ (نفس مطمئنہ کا حامل) میں گمان کرتے ہیں اور خواص میں شمار کرتے ہیں اور یہ حق ہے کہ سماع کے وقت خواص کا اس متوسط فرقہ سے کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ بلکہ خواص ان کو بھی اپنی طرح سمجھتے ہیں۔ اور ایسا نہیں ہے۔

صرف چہرہ کو بھڑکانے سے ہر شخص دلبری کے انداز نہیں جان سکتا۔ ہر وہ شخص جو صرف آئینہ بنانا جانتا ہو سکندری نہیں کر سکتا پس ان کی حالت کا امتحان واجب ہوگیا۔ جس بات کو بزرگوں نے بطور نمونہ اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے اس کی تفصیل یہ ہے جب تک نفس کو اوامر الٰہی اور نواہی کے تحت اطمینان حاصل نہ ہو تو روح کو اس کی مخالفت اور جھگڑا کرنا پڑتا ہے۔ جس وقت نفس، حواس خمسہ جمیلہ کی وساطت سے ایک شہوت اپنی شہوات میں سے کسی شہوت سے لطف یاب ہوتا ہے اور اس میں مشغول ہوتا ہے اور روح اس کی مخالفت اور لڑائی سے کلی طور پر فارغ ہو کر جناب الٰہی کی جانب اس کے ذاتی طور پر انجذاب (میلان) کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ اور شائق ہو جاتی ہے، اور نفس کو جو پوری طرح مطیع نہ ہوا تھا اپنی لذت کا خواہشمند ہوتا ہے اور اپنی غذا سے قوت حاصل کر کے پہلے آگے آجاتا ہے اور تکالیف پہنچاتا ہے۔ حاصل نتیجہ: پس معلوم ہوا کہ سماع کے سننے کے وقت کا اعتبار نہیں بلکہ سماع کے سننے کے بعد اپنے حال کا ایمانداری سے امتحان کرے۔ ایک گھنٹہ یا ایک روز یا کم و بیش سماع کے سننے سے پہلے اپنے ظاہر و باطن کے احوال اطاعت الٰہی میں کس طرح کا تھے اگر سماع کے سننے کے بعد ظاہری اطاعت میں خلل واقع ہو جو کہ سماع سننے سے پہلے نہ تھا مثلاً نماز کے وقت میں تاخیر کرنا یا جماعت کا ترک کرنا یا عبادت میں جسمانی کسلمندی یا جھوٹ اور غیبت اور بے کار باتوں کا

سرزد ہونا یا باطنی عقیدہ کا عقائد حقہ سے متعلق شک میں پڑ جانا العیاذ باللہ، شبہ کا پیدا ہونا، یا بری صفات میں سے کسی صفت مثلاً حسد، بغضِ کینہ اور سوءِ ظن (بدگمانی) کا قلب میں پیدا ہونا۔ پس جان لو کہ میٹھا زہر پیا ہے۔ جب وہ معدہ میں پہنچا اس کا رنگ ظاہر ہوا۔ اور اگر طاعت الٰہی اور اعمال صالحہ میں حرص پیدا ہو جائے مثلاً نماز، روزہ، تسبیح اور تہلیل اور یادِ الٰہی میں رغبت اور مخلوق سے محبت میں وحشت اور بے کار باتیں پیدا نہ ہوں یا باطن کے عقیدہ میں یقین کی زیادتی یا قلب صفات حمیدہ سے مثلاً خشوع وخضوع اور رقت ونرمی، مخلوق کو نصیحت کرنا اور حسن ظن سے متصف ہو جائے۔ تب جان لو کہ جو جوارش کھائے تھے وہ معدہ میں جانے کے بعد نفع بخش رہی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی جان لینا چاہئے کہ حلوا کھانے میں تندرست اور بیمار دونوں لذت حاصل کرنے میں برابر ہیں چونکہ بیمار پرہیز سے عاجز ہوتا ہے اس لئے تندرست سے زیادہ لذت پاتا ہے۔ مگر جب ہضم کا مرحلہ آتا ہے تندرست کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور بیمار کو مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح شرعی حلال وحرام ہے کہ لذت حاصل کرنے میں حلال وحرام برابر ہے اور جماع بھی لذت حاصل کرنے میں حلال وحرام میں برابر ہے مگر نتیجہ و جزاء کے وقت ایک نعمت یافتہ اور مسرور ہوتا ہے اور دوسرا اذیت یافتہ اور شرمندہ۔ اور اس تجربہ اور فرق کے لئے ناقدانہ بصیرت چاہئے کہ جس سے امتحان کے وقت صحیح اور غلط کو جدا کیا جا سکے۔ اور کھرے کھوٹے میں تمیز کر سکے اور اس جیسے مشترکہ چیزوں سے پرہیز کریں تاکہ شیطان کے مکر و دھوکہ اور خواہشات نفس سے امان میں آجائے۔

تمت بالخیر

⑦ رسالۂ خواب (فارسی)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

وَ عَلٰی اٰلِهٖ وَ صَحۡبِهٖ وَ مَنۡ تَبِعَ رُشۡدَہٗ۔ اما بعد

این سطری چند است در جواب سائلی کہ پرسیدہ۔ آدمی در خواب اشیاء می بیند۔ و احوال مختلفہ از رنج و راحت بروی گزرد۔ و اثر ہیچ چیز در بیداری نمی یابد اِلَّا احتلام کہ اثر آن اکثر در بیداری می یابد ما موبخل می شود۔ چہ سبب است۔

جواب : ہر چیز کہ آدمی را در بیداری در پیش می آید از دو حال خالی نیست۔ یا موافق طبع اوست یا مخالف۔ اگر موافق است خواہش از ارتکاب آن بالطبع لازم حال اوست۔ و اگر مخالف است نفرت و اجتناب یا موجود شدن اسباب خارجیہ ذات اوست یا داخلیہ۔ و اگر از اسباب خارجیہ است مثل طعام و لباس و منظورات و مسموعات و ملموسات۔ پس اگر مانع و مزاحمش موجود نیست از نواہی الٰہی یا شرم خلق یا نفاق است۔ طبع با مصلحتی کہ انجامش بہتر نمی داند با غایت آن اسباب مرکب آن چیز موافق می شود و علی ہذا القیاس اجتناب نیز از ان چیز مخالف می کند و اگر اسباب داخلیہ است مثل حکہ و کبس در وجع و مسح و دلک بدست خود یا دفع بول و غایط و باد و منی آن نیز اگر موانع و زدا مقصود است بے غایت اسباب خارجیہ مرتکب آن نمی شود و چون عالم خواب عالم خیال است و در متخلیہ اسباب خارجیہ اصلاً موجود نیست اثر ہیچ چیز نمی یابد و خروج منی کہ اسباب آن داخل ذات آدمی و نیز

اخراج آن موافق ومحبوب طبع او بے اسباب خارجیہ حصول آن میسر حتیٰ کہ بیداری۔ ہم کسی رامبتلا وعہ، منی شدہ باشد یا خاطر امضاء شہوت اور اغلبہ کردہ صرف بتخییل آن بدفق و شہوت منی بیرون می افتد۔ و چون درخواب اکثر موانع مرتفع می شوند ومتخلیہ از مزاحمت حواس ظاہری درآمد بکامل ترین تصور درتحصیل مقصود ومرغوب خودمی کوشد۔ لہٰذا بزرگان فرمودہ اندکہ چون متخلیہ بتخییل جناب الٰہی ملکہ راسخہ اگاہی پیدامی کند نسبتش درخواب از بیداری قوی تر ومحکم تر می گردد۔ پس در شخصے کہ مقید باحکام شرع نیست وحلال وحرام نمی داند۔ بہرنوع تخیل می کند۔ واگرمرد صالح است تقوی او بحدے رسیدہ کہ درخواب اوامرو نہی الٰہی محفوظ دل اوست پس بخواہش اصلی طبع بجز دنظر یا بقبل ولمس وغیرہ از نامحرم جماع ازمنکوحہ اش خروج منی می شود۔ واگرازین درجہ درتقویٰ ترقی نمودہ است از نامحرم بالکل محفوظ می گردد۔ وبجز منکوحہ وسریہ ہیچ نامحرم درخواب اورامدوباعث خروج منی نمی شود۔ واگر منکوحہ وسریہ ہم ندارد۔ گاہے مثل بچہ نادان کہ درخواب بول می کند واثر در بیداری می یابد اورانیز درخواب منی برمی آیدوندانداکہ چگونہ برمی آید۔ اما لذتے وکیفیتے کہ سبب عاید حالش می شود مامور بفعل می گردد۔ پس حال آنکہ چون معلوم شد کہ ہیچ فعل آدمی خواہ موقوف بر اسباب خارجیہ بود یا داخلیہ صرف بتخیل بوقوع نمی آید۔ مگر خروج منی۔ پس اثر آن در بیداری ظاہرمی ماند۔ بخلاف دیگرافعال کہ بعضے مقید باسباب خارجیہ اندوبعضے نفرت انگیز طبع۔ مثل بول وغایط وقی کہ درخواب نیز طبعاً حس آنہا لازم است۔ مگر طفلی کہ اورا تمیز نفیس ازخسیس نبود۔ درخواب وبیداری بے اختیار مثل این افعال ازوصادرمی شود۔ ھٰذَا مَا اَوْدَعَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فِی الْفَقِیْرِ وَھُوَ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْاُمُوْرِ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ۔ تمت

ترجمہ: رسالۂ خواب (اردو)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہ

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ مَنْ تَبِعَ رُشْدَہٗ۔ اما بعد

یہ چند سطریں ہیں ایک سائل کے پوچھے گئے سوال کے جواب میں کہ آدمی خواب میں اشیاء کو دیکھتا ہے اور اس پر مختلف احوال مثلاً رنج و راحت گزرتے ہیں اور بیداری کے بعد اس کا اثر نہیں پاتا۔ مگر احتلام کہ اس کا اثر اکثر بیداری میں بھی پاتا ہے۔ پیاس کی شدت محسوس ہوتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔

جواب : جن باتون کا آدمی بیداری میں مشاہدہ یا عمل کرتا ہے وہ دو حال سے خالی نہیں کہ وہ اس کی طبیعت کے ساتھ موافق ہوگا یا مخالف۔ اگر موافق ہے تو اس کے کرنے کی خواہش اس کی طبیعت میں لازماً ہوگی۔ اور اگر مخالف ہے تو نفرت اور اجتناب۔ یا اس کے خارجی اسباب موجود ہوں گے یا داخلی اسباب۔ اور اگر خارجی اسباب ہیں مثلاً طعام لباس اور دیکھنا اور سننا اور محسوس کرنا۔ پس اگر نواہی (ممنوعاتِ) الٰہی سے اس کے لئے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے یا مخلوق سے شرم یا نفاق ہے، طبیعت مصلحت کے ساتھ کہ اس کے انجام سے اچھی طرح واقف نہیں اس کے ساتھ ساتھ اس چیز کے مرکب اسباب موافق ہوں تو علیٰ ہٰذا القیاس اس مخالف چیز سے بھی اجتناب کرتا ہے۔ اور اگر داخلی اسباب ہیں مثلاً کھجلی وغیرہ تکلیف میں اور ہاتھ پھیرنا اور رگڑنا یا پیشاب پیخانہ اور ریح اور منی کا خارج ہونا وغیرہ کا بھی اگر روکنا اور صاف کرنا ان چیزوں کا مقصد ہے بغیر مطلب کے اسباب خارجیہ کا وہ ارتکاب نہیں کرتا اور جب کہ عالم خواب عالم خیال ہے اور تخیل میں خارجی اسباب اصلاً موجود نہیں رہتے کسی چیز کا اثر نہیں پائے گا۔ اور منی کا اخراج کہ اس کے اسباب آدمی کی ذات میں ہوتے ہیں اور اس کا اخراج اس کی طبیعت کے موافق اور محبوب ہوتا ہے۔ اور بغیر اسباب خارجی کے اس کا حصول حالت بیداری میں بھی ہوتا ہے جو کوئی علت (خروج) منی میں مبتلا ہے یا صرف خارج ہونے کیلئے اس پر شہوت غلبہ کرتی ہے۔ صرف اس کے

تخیل سے نیچے گرتی ہے اور شہوت کے ساتھ منی باہر آجاتی ہے۔ اور چونکہ خواب میں اکثر رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور تخیل حواس ظاہری کی رکاوٹ سے چھوٹ کر کامل ترین تصور کے ساتھ اپنے مقصود اور مرغوب کے حصول میں کوشاں ہوجاتا ہے۔ لہٰذا بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب ذہن میں اللہ تعالیٰ کا خیال راسخ ہو جاتا ہے تو بیداری سے زیادہ خواب میں اس کا رب سے تعلق قوی تر اور محکم تر ہوجاتا ہے۔ پس ایسا شخص جو احکام شرع کا پابند نہیں ہے اور حلال وحرام نہیں جانتا۔ ہر قسم کا خیال لاتا ہے اور اگر صالح شخص ہے اور اس کا تقویٰ اس درجہ تک پہنچ چکا ہے کہ خواب میں بھی اس کا دل اوامر ونواہی سے غافل نہیں ہوتا پس اصلی طبعی خواہش کی وجہ سے یا نظر ڈالنے اور نامحرم سے بوس وکنار کی وجہ سے یا اپنی منکوحہ سے جماع کی وجہ سے منی کا خروج ہوگا۔ اور اگر تقویٰ اس قدر ترقی کر گیا کہ نامحرم سے بالکل محفوظ رہتا ہے اور سوائے منکوحہ اور لونڈی کے کوئی نامحرم اس کے خواب میں منی کے خروج کا باعث نہیں ہوتی۔ اور اگر منکوحہ اور لونڈی بھی نہیں رکھتا مثلاً جیسے نادان بچہ جو خواب میں پیشاب کر دیتا ہے اور اس کا اثر بیداری میں پاتا ہے اس کو بھی خواب میں منی خارج ہوتی ہے اور نہیں جانتا کہ کس طرح باہر آتی۔ مگر وہ ایک لذت اور کیفیت کہ جو اس کی حالت کا سبب ہوئی تشنگی بڑھانے کا کام کرتی ہے۔ پس اس کا حال جو کہ معلوم ہوا کہ آدمی کا کوئی بھی کام چاہے وہ خارجی اسباب پر موقوف ہو یا داخلی صرف تخیل کی بنیاد پر وقوع پذیر نہیں ہوتا مگر منی کا اخراج۔ پس اس کا اثر بیداری میں ظاہر ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے کاموں کے کہ بعض خارجی اسباب سے بندھے ہیں اور بعض طبیعت کے لئے نفرت انگیز ہیں۔ مثلاً پیشاب اور پاخانہ اور قئے کہ خواب میں بھی اس کا احساس لازماً ہوتا ہے مگر بچے کو کہ اس کو گندگی اور صفائی ستھرائی کی تمیز نہیں ہوتی۔ خواب اور بیداری میں بے اختیار اس قسم کے افعال اس سے صادر ہوتے ہیں۔

هٰذَا مَا أَوْدَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْفَقِيْرِ

وَهُوَ أَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْأُمُوْرِ وَإِلَيْهِ الْمَصِيْرُ